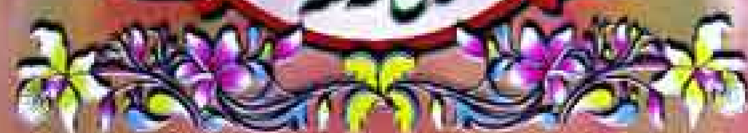


سیرت
حضرت عمر بن عبد العزیز
رضی اللہ عنہ



مصنف

پروفیسر محمد طفیل چونگی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور – کراچی پاکستان

13

سیرت حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؓ

رضی اللہ عنہ

مصنف

پروفیسر محمد طفیل چوہدری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی پاکستان

نام کتاب سیرت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ
مصنف محمد طفیل چوہدری
تاریخ اشاعت دسمبر 2004ء
تعداد ایک ہزار
ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ 1Z450
قیمت Rs 60.00

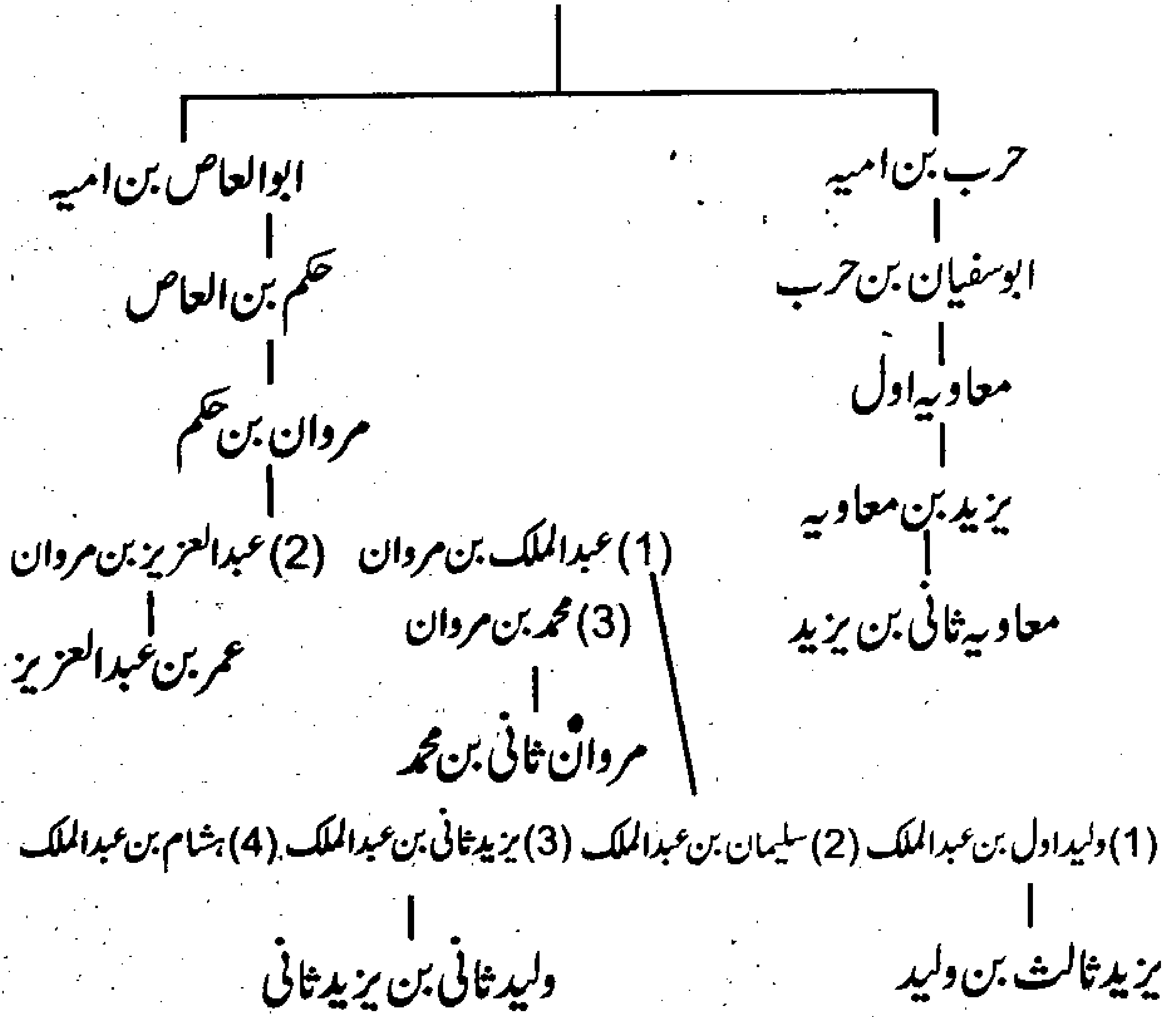
ملنے کے پتے
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:7221953 فیکس:۔042-7238010
9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:7225085-7247350
14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212
e-mail:- sales@zia-ul-quran.com
zquran@brain.net.pk
Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

انتساب

امت مسلمہ کے ان جاں نثاروں کے نام جنہوں
نے اپنا سب کچھ ملت کی حرمت، حریت اور اسلام
کی سربلندی کے لئے نثار کر دیا۔

شجرنسب امیہ بن عبدالشمس



حرف آغاز

دولت اور اقتدار کے حصول کے لئے انسان ہمیشہ ہی حریص رہا ہے۔ فرزندان آدم علیہ السلام ہابیل اور قابیل کے مابین ہوئے واقعہ سے لے کر دور حاضر تک ان گنت ایسے واقعات رونما ہوئے کہ انسان نے اقتدار اور دولت وثروت کے حصول کی خاطر انسانیت کا دامن چھوڑ کر درندگی اور وحشت کا راستہ اپنایا اور اس مقصد کی خاطر انسان نے سب کچھ تہ و بالا کر دیا۔ اسے اتنا بھی یاد نہ رہا کہ دنیا کی زندگی عارضی اور فانی ہے جس کے لئے وہ اتنا بڑا جرم کر رہا ہے۔

دور حاضر میں خصوصاً مسلم دنیا سے تعلق رکھنے والے سیاسی مریض تو دولت اور اقتدار کے حصول کے لئے حد سے زیادہ حریص واقع ہوئے ہیں۔ دولت و اقتدار کو حاصل کرنے کے لئے ہر چیز کو بلڈوز کر دیتے ہیں۔ دولت واقتدار کی حرص نے مسلم امہ کو 57 ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے اور امت کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔ مسلم امہ کے پارہ پارہ ہو جانے سے ذلت اور مسکنت ہمارا مقدر بن گئی ہے۔

غیر مسلم بھیڑیئے جب چاہیں ہماری گردن دبوچ لیتے ہیں اور اغیار ہماری بے بسی کا فائدہ اٹھا کر ہماری رگوں کا خون چوس رہے ہیں۔

ہم اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی کے تحفظ کے لئے درندوں سے بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں اور تاریخ کے اس سبق سے آگاہ ہوں تو یقیناً معلوم ہو گا کہ درندوں سے بھیک مانگنے کا انجام کتنا بھیانک ہوتا ہے۔ اگرچہ ہم ایسے بھیانک واقعات کا کئی بار مشاہدہ کر چکے ہیں لیکن ہم نے ان واقعات سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ جب کوئی سیاسی مریض اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے)اگرچہ وہ یونین کا چیئرمین ہی کیوں نہ ہو) تو وہ اپنے اختیارات اور طاقت سے بڑھ کر دولت جمع کرنے میں لگ جاتا

ہے اور دولت سمیٹ کر یورپ کے بنکوں میں محفوظ کر لیتا ہے۔

اس مرض سے نجات کے لئے اور شفاء کی خاطر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیز جو مسلم دنیا کے نامور حکمران گزرے ہیں کی سیاسی زندگی کے حالات وواقعات کو پیش کرنے کی از حد ضرورت تھی جو دنیا کو اپنے قدموں میں رکھتے تھے پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کیوں آپ جانتے تھے کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور عاقبت اور اس کے انعامات پرہیزگاروں کے لئے ہیں۔ مرد کے کفن کے ساتھ جیب نہیں ہوتی۔ پھر اس دنیا کی کرنسی عاقبت میں نہیں چلتی۔ اگر میری اس کاوش میں کوئی ناپسندیدہ بات ہو تو معذرت خواہ ہوں اور اگر آپ اسے پسند فرمائیں تو میری خوش نصیبی ہوگی۔

محمد طفیل چوہدری

خاندان بنوامیہ

رب کریم نے سرزمین عرب کو کرہ ارض پر بیت اللہ شریف کی نسبت سے عزوشرف کی دولت عطا فرمائی۔ اسی سرزمین پر بنواسماعیل پلے بڑھے اور بنواسماعیل کی اولاد ابراہیمی اور تولیت کعبہ کی نسبت سے نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا میں جوشہرت و وقار نصیب ہوا وہ کسی اور کو شاید ہی ملا ہو۔ پھر بنواسماعیل میں خاندان قریش کو اللہ تعالیٰ نے خاص عزت وعظمت اور شرف و افتخار سے نوازا۔ خاندان قریش کی دس چھوٹی بڑی شاخیں تھیں۔ بنی ہاشم، بنی امیہ، بنی نوفل، بنی عبد دار، بنی مخذوم، بنی اسد، بنی تیم، بنی عدی، بنی جمح او بنی سہم۔ یہ دسوں شاخیں عزوشرف میں قریب قریب برابر تھیں۔ ان سب کے پاس بنواسماعیل یعنی قریش کے اجتماعی نظام کا کوئی نہ کوئی منصب تھا۔ لیکن ان میں بنی ہاشم اور بنی امیہ عظمت وشان اور وجاہت میں ان سب میں ممتاز تھے۔ بنوامیہ کو امارت اور کثرت تعداد کی بنا پر عظمت و حشمت حاصل تھی جبکہ بنو ہاشم تولیت کعبہ کی وجہ سے سارے عرب میں معزز ومحترم تھے۔ قریش کی ان دونوں شاخوں کے موسس عبد مناف تھے۔ یہ قصی بن کلاب کی اولاد میں بڑے نامور تھے۔ ان کی اولاد میں سے عبدالشمس اور ہاشم (عمرو) نے بڑی شہرت پائی۔ بنی امیہ کے مورث اعلیٰ امیہ بن عبدالشمس تھے جبکہ عمرو المعروف ہاشم بن عبد مناف خاندان بنو ہاشم کے بانی تھے۔

قریش کی سپہ سالاری کا منصب ابتداء میں بنو مخذوم کے پاس تھا لیکن عبدالشمس کے زمانہ میں یہ عہدہ بنوامیہ میں منتقل ہوگیا۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کی دیگر قبائل کے ساتھ جنگوں مثلاً جنگ عکاظ، فجار اول، فجار دوم اور ذات نکیف میں قریش کے سپہ سالار حرب بن امیہ تھے۔ بعد میں اس منصب پر ابوسفیان بن حرب فائز ہوئے۔

ظہور اسلام کے زمانہ میں بھی ابوسفیان ہی سپہ سالار رہے۔ مسلمانوں اور کفار مکہ کے

درمیان پہلی جنگ بدر میں ابوسفیان کاروان تجارت کے ساتھ گئے ہوئے تھے اس لئے لشکر قریش کی قیادت عتبہ بن ربیعہ نے کی۔ غزوہ احد اور جنگ احزاب میں قریش مکہ کے لشکر کے سپہ سالار ابوسفیان ہی تھے۔ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا ایک سبب اس عہدہ کی ذمہ داری تھا۔

تجارت قریش کا پیشہ تھا۔ بنو امیہ بھی تجارت پیشہ تھے ان کی تجارت مصر وشام تک پھیلی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے 7ھ میں جب دعوت اسلام کا خط قیصر روم ہرقل کے نام بھیجا تھا تو ان دنوں ابوسفیان تجارت کے سلسلہ میں شام میں موجود تھے۔ چنانچہ ہرقل نے آنحضرت کے متعلق انہی سے حالات معلوم کئے تھے۔

تجارت سے وابستہ ہونے کی وجہ سے بنو امیہ بڑے صاحب ثروت تھے ان کی دولت قومی کاموں میں صرف ہوتی تھی۔ جنگ فجار کی صلح میں مقتولین کی دیت حرب بن امیہ نے اپنے پاس سے ادا کی تھی اور اس موقع پر اتنا زیر بار ہو گیا تھا کہ اسے اپنے بیٹے ابوسفیان کو رہن رکھنا پڑا۔

دونوں خاندانوں بنو امیہ اور بنو ہاشم میں دولت وثروت کی ہمسری کے ساتھ ساتھ ظہور اسلام سے قبل تولیت کعبہ کے مسئلے پر باہم چپقلش تھی۔ ظہور اسلام تک دونوں خاندانوں کی دنیاوی وجاہت واعزاز میں کوئی فرق نہ تھا اس لئے یہ چشمک ہلکی تھی۔ لیکن جب خدا نے بنو ہاشم کو منصب نبوت سے نوازا تو بنو امیہ کے مقابلہ میں ان کی قدر ومنزلت بڑھ گئی اور ساتھ ہی بنو امیہ کی چشمک تیز ہو گئی۔ چونکہ فوج کی سپہ سالاری کا منصب بنو امیہ کے پاس تھا اس لئے منصب نبوت بنو ہاشم کو مل جانے کے بعد بنو امیہ کی مخالفت اور دشمنی میں شدت آ گئی ورنہ قبل از اسلام بنو امیہ کی دشمنی عام سرداران قریش کی طرح تھی۔

اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی اور مخاصمت کے باوجود دونوں خاندانوں میں رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے۔ دختر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی ہوئی تھیں۔ آنحضور ﷺ کی دو اور صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت

ام کلثوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عباس کے ابوسفیان سے دوستانہ تعلقات تھے۔ فتح مکہ والے دن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسیار تلاش اور کوشش سے عفو تقصیر کے لئے ابوسفیان کو دربار نبوی میں پیش کیا تھا اور ابوسفیان کی حمایت میں ان کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھڑپ بھی ہوگئی تھی۔ حضرت عثمان کا تعلق بھی بنوامیہ سے تھا۔ ان کی ساری دولت اسلام کے دور عسرت میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف تھی۔

فتح مکہ کے بعد کفار قریش کا زور ٹوٹا تو بنوامیہ نے قریش کے دیگر خانوادوں کی طرح اسلام قبول کرلیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان کو لے جا کر دربار نبوی میں پیش کیا تو انہوں نے اسلام قبول کرلیا۔ وہ جاہ پسند اور فخر کے قائل آدمی تھے اس لئے نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعزاز بڑھانے کے لئے ان کے گھر کو دارالامان قرار دیا اور فرمایا جو کوئی ابوسفیان کے گھر پناہ لے گا وہ مامون ہوگا۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹے معاویہ کو کاتب وحی مقرر کیا اور ابوسفیان کی تالیف قلب کے لئے غزوۂ حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ دیئے (تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی)۔

ابوالحسن الحزمی ابن اثیر اسد الغابہ جلد دوم میں رقم طراز ہیں کہ فتح مکہ کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اموی خاندان کے ایک رکن عتاب بن اسید کو مکہ کا عامل مقرر کیا اور فرمایا: عتاب! تم کو معلوم ہے کن لوگوں کا میں نے تم کو عامل بنایا ہے؟ اہل اللہ کا۔ اگر مکہ والوں کے لئے تم سے زیادہ موزوں آدمی آتا تو اس کو بناتا۔

خلافت راشدہ خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اموی خاندان کا اعزاز برقرار رہا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں شام کی فتوحات میں ابوسفیان کا سارا خاندان، وہ خود، ان کے دونوں بیٹے معاویہ اور یزید ان کی بیوی ہندہ بیٹی جویریہ اور ان کے شوہر شریک تھے۔ شام کی لڑائیوں میں آل ابوسفیان نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ دمشق کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید بن ابوسفیان کو وہاں کا عامل

(گورنر) مقرر کیا پھران کی وفات کے بعدان کے بھائی معاویہ بن ابوسفیان کوشام کا گورنر مقرر کیا۔امیر معاویہ نے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے خلافت راشدہ کے بعد امیر معاویہ مملکت اسلامیہ کے بلاشرکت غیرے حکمران رہے۔ پھران کے بعد یزید بن معاویہ حکمران بنے اوران کے دورحکومت میں سانحہ کربلا پیش آیا۔معاویہ ثانی (معاویہ بن یزید) تین ماہ حکومت کرنے کے بعد حکومت سے دستبردار ہو گئے اوراس کے تھوڑی دیر بعدان کا انتقال ہوگیا اور پھر 64ھ میں جابیہ کانفرنس میں بنوامیہ اوران کے حامیوں نے مروان حکم جوکہ بنوامیہ کی ایک دوسری شاخ سے تھے کوخلیفہ منتخب کرلیااور خالد بن یزیداور عمرو بن سعید کو یکے بعد دیگر ولی عہد مقرر کیا گیا۔مروان بن حکم نے 65ھ میں وفات پائی مرنے سے پہلے مروان نے خالد بن یزیداور عمرو بن سعید بن العاص کوولی عہدی سے خارج کر کے اپنے بیٹے عبدالملک اور عبدالعزیز کوولی عہد نامزد کر دیا یہی عبدالعزیز بن مروان مجدد ملت حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد تھےاور مروان بن حکم ان کے دادا۔

بنی امیہ کی حکومت 132ھ تک قائم رہی ان کے بارہ حکمران ہوئے۔ذیل کے شجرہ سے ان کا نقشہ معلوم ہوگا۔

مجدد ملت حضرت عمر ثانی

حسب ونسب

عمر نام ابو الحفص کنیت نسب نامہ یہ ہے

عمر بن عبد العزیز ولد مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبد الشمس بن عبد۔ صاف پر جا کر آپ کا نسب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا نام ام عاصم تھا یہ حضرت عمر بن خطاب کے فرزند عاصم کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز کی رگوں میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون بھی شامل ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مروان جیسے بدنام زمانہ شخص کی نسل سے عمر بن عبد العزیز جیسا مجدد ملت پیدا ہوا۔ جو صدق میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عدل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حیاء میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زہد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مثیل تھا۔ جس نے اپنے کارناموں سے ملت اسلامیہ کی روح کو جو امویوں نے مردہ کر دی تھی دوبارہ زندہ کر دیا۔ (1)

آپ کا دادا مروان بن حکم اور پردادا حکم فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ حکم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حقیقی چچا تھا اس کے دل میں اسلام راسخ نہ ہوا تھا۔ خفیہ طور پر مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلاوطن کر دیا تھا۔ مروان ۳ھ میں مکہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں صغر السن تھا اس لئے وہ بھی باپ کے ساتھ طائف میں رہا۔ عہد نبوی کے آخر میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی واپسی کی اجازت حاصل کر لی تھی اور اپنے عہد خلافت میں انہوں نے اسے مدینہ واپس بلا لیا تھا آپ کو حکم اور مروان سے بڑی

1۔ سیر الصحابہ از الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

محبت تھی۔ آپ نے مروان کو اپنا پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کر لیا تھا اور اپنی بیٹی کی شادی بھی اس کے ساتھ کر دی تھی۔ مروان کی وجہ سے آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ مروان جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لشکر کے ساتھ تھا جبکہ معرکہ صفین میں معاویہ کی طرف سے لڑا۔ امیر معاویہ نے اپنے عہد خلافت میں مروان کو مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دعوی خلافت تک وہ اسی عہدہ پر رہا۔ یزید کی موت کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے مدینہ سے نکال دیا تو وہ شام پہنچا۔ جابیہ کانفرنس ۶۴ھ میں اسے بنوامیہ نے خلیفہ نامزد کر دیا۔ محرم ۶۵ھ میں دمشق پر قبضہ کر لیا اور امیر معاویہ کے محل میں قیام پذیر ہوا۔ جلد ہی اس نے شام حمص قینسرین پر قبضہ کر لیا پھر وہ مصر پر حملہ آور ہوا تو اس نے اپنے چھوٹے بیٹے عبدالعزیز کو ایلہ پر متعین کیا۔ مصر میں مروان نے دو ماہ قیام کیا اور واپس دمشق آ گیا۔ فتح کے بعد مروان نے ۶۵ھ میں وفات پائی۔ اس نے صرف نو ماہ خلافت کی۔ وفات سے قبل مروان نے خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے عبدالملک اور عزیز کو ولی عہد مقرر کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیز کے والد مروان کے چھوٹے بیٹے تھے۔ چونکہ مروان طائف سے واپسی پر زیادہ تر مدینہ میں (۶۴ھ کے آخر تک) قیام پذیر رہا۔ اس لئے عبدالعزیز نے علم و عرفان کے ماحول میں پرورش پائی۔ آپ پر مدینہ کے ماحول کے گہرے اثرات تھے۔ جیسا کہ ابن سعد کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابن سعد نے طبقات حصہ پنجم (اردو) صفحہ ۳۰۷ پر تحریر کیا ہے۔

''ابن شوذب سے مروی ہے کہ جب عبدالعزیز بن مروان نے والدہ عمر سے شادی کرنی چاہی تو اپنے منتظم سے کہا کہ میرے لئے پاک مال سے چار سو دینار جمع کرو۔ میں ایک ایسے خاندان میں نکاح کرنا چاہتا ہوں جس میں صلاحیت و تقوی ہے۔ انہوں نے والدہ عمر سے نکاح کیا''۔(1)

1۔ طبقات ابن سعد حصہ پنجم، صفحہ 307

مروان بن حکم نے مصر پر قبضہ کرنے کے لئے فوج کشی کی تو عبدالعزیز کو ایلہ پر متعین کیا۔ مصر پر قبضہ کرنے کے بعد مروان نے وہاں دو ماہ قیام کیا اور واپسی پر عبدالعزیز کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔

عبدالملک بن مروان نے بھی اپنے عہد خلافت میں عبدالعزیز کو مصر کی حکومت پر برقرار رکھا۔ آپ نے اکیس سال مصر پر حکومت کی۔ ابن خلدون نے اپنی شہرآفاق تخلیق "تاریخ ابن خلدون (اردو) حصہ دوم صفحہ ۲۳۵ پر تحریر کیا ہے کہ

"حجاج نے عبداللہ بن ملک کو ولید کی ولی عہدی کی بیعت لینے کی بابت لکھا تھا۔ اس پر عبدالملک نے عبدالعزیز کو اس مضمون کا خط لکھا کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آئندہ حکومت تمہارے بھتیجے کے سپرد کر دی جائے عبدالعزیز نے جواباً تحریر کیا۔" میں بھی ابوبکر (ابوبکر بن عبدالعزیز) کی بابت وہی مناسب سمجھتا ہوں جو تم ولید کے حق میں تصور کرتے ہو۔ یعنی میں ابوبکر کو اپنا ولی عہد بنانا چاہتا ہوں۔" عبدالملک نے جھلا کر مصر کا اخراج طلب کیا۔ عبدالعزیز نے لکھا۔ "اے امیر المومنین ہم اور تم ایسے سن رسیدہ ہو گئے ہیں کہ ہمارے خاندان میں اس سن کا کوئی شخص نہیں ہے۔ معلوم نہیں کس کو موت پہلے آ جائے۔ لہٰذا مناسب یہ ہے میری بقیہ عمر میں بگاڑ پیدا نہ کرو"۔ عبدالملک کا دل اس مضمون کے پڑھنے سے بھر آیا اور اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

تاریخ ملت جلد اوّل صفحہ ۵۹۰ پر تحریر ہے کہ ۸۵ھ میں عبدالملک بن مروان نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو جو اس وقت مصر کے والی تھے معزول کر کے اپنے بیٹے ولید کو ولی عہد بنانا چاہا۔ عبدالملک نے اپنے پرائیویٹ سیکرٹری قبیصہ بن ذویب سے مشورہ کیا تو اس نے توقف کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن روح بن زنباع نے مشورہ دیا کہ یہ کام با آسانی ہو سکتا ہے۔ ابھی عبدالملک عبدالعزیز کی معزولی کی تدبیریں سوچ رہا تھا کہ عبدالعزیز کی موت کی خبر آ گئی۔

تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۱۲۶ پر شاہ معین الدین احمد ندوی رقم طراز ہیں کہ قبیصہ بن

ذویب کے کہنے پر عبدالملک عبدالعزیز کی ولی عہدی سے معزولی سے رک گیا۔ اتفاق سے تھوڑے ہی دنوں بعد جمادی الثانی ۸۵ھ میں عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔

عبدالعزیز نے مصر اور حلوان میں اپنی حکومت کی بہت سی یادگاریں چھوڑیں۔ ایک زرنگار محل تعمیر کروایا۔ حلوان میں بہت سے محلات اور مسجدیں تعمیر کروائیں۔ مصر کی جامع مسجد کو منہدم کرا کے از سر نو تعمیر کرایا۔ خلیج مصر پر پل تعمیر کروائے۔ انگور اور خرمے کے باغات لگوائے۔

عبدالعزیز علماء اور ارباب کمال کا بڑا قدر دان تھا۔ قاضی عبدالرحمن بن حجیرہ خولانی کا ایک ہزار اشرفی سالانہ وظیفہ مقرر کیا۔ شعراء کے ساتھ اتنی داد و دہش کرتا تھا کہ بعض شعراء نے اس کی وفات کے بعد شاعری چھوڑ دی۔ کثیر سے کسی نے پوچھا۔ اب شعر کیوں نہیں کہتے۔ جواب دیا، عبدالعزیز کے بعد صلہ کی توقع کس سے کریں(1)۔

1۔ سیر الصحابہ، جلد 7 (اردو) از الحاج مولانا شاہ معین الدین ندوی

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی

پیدائش

حضرت عمر عبدالعزیز یزید بن معاویہ کے عہدِ حکومت میں طبقات ابن سعد (صفحہ ۳۰۷ حصہ پنجم) کے مطابق مدینہ میں ۶۳ ھ میں پیدا ہوئے۔ محمد اکبر شاہ نجیب آبادی نے تاریخ اسلام میں آپ کی تاریخِ پیدائش ۶۲ ھ لکھی ہے۔ صاحبِ تاریخ ملت نے آپ کی تاریخ پیدائش ۶۱ ھ درج کی ہے۔ لیکن درست تاریخ پیدائش وہی ہے جو ابن سعد نے لکھی ہے۔ ابن خلدون کے مطابق عمر بن عبدالعزیز مصر کے مضافات حلوان میں ۶۱ ھ یا ۶۳ ھ میں پیدا ہوئے۔

بنو امیہ کا اشج

ابن سعد کا قول ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اپنے اس داغدار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو عدل وداد سے اس طرح بھردے گا جیسا کہ وہ اُس وقت ظلم سے بھری ہوئی ہوگی" (1)۔

نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں اکثر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کرتا تھا کہ اولاد عمر میں وہ کون شخص ہے جس کے چہرے پر علامت ہے اور جو زمین کو عدل سے بھر دیگا" (2)۔

عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ بیان کرتے تھے کہ یہ حکومت ختم نہ ہوگی تاوقتیکہ اولادِ عمر رضی اللہ عنہ سے اس امت کا والی ایک ایسا شخص نہ ہو جو عمر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر نہ چلے اور چہرے پر ایک مسانہ ہو۔

راوی کا کہنا ہے کہ ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ وہ بلال بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

1۔ تاریخ اسلام جلد دوم از شاہ معین الدین ندوی

2۔ ابن سعد حصہ پنجم، صفحہ 308

ان کے چہرے پر ایک مستا (داغ) بھی تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز کو لایا۔

اس حدیث کے راوی یزید نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کو ان کے والد کے ایک گھوڑے نے لات مار کر زخمی کر دیا ان کے والد خون پونچھنے لگے اور کہنے لگے کہ تم سعید ہوتے اگر تمہارا سر بنی امیہ کا زخمی کیا ہوا ہوتا"۔

ابی جعفر محمد بن جریر الطبری (اردو) جلد ۷ صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں۔

"دمشق میں ایک جانور نے آپ کے لات ماری۔ لوگ انہیں ان کی والدہ (ام عاصم) کے پاس لائے۔ ماں کی مامتا بڑی ہوتی ہے۔ انہوں نے فوراً سینے سے لگایا اور آپ کے چہرے سے خون پونچھنے لگیں۔ اتنے میں ان کے باپ بھی وہاں آگئے۔ اب ان کی ماں نے اپنے شوہر کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہا کہ تم نے میرے بچے کو ہلاک کر ڈالا اور کسی محافظ یا خدمتگار کو اس کے ساتھ نہ کیا۔ جو اس کی نگرانی رکھتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد کہنے لگے اے ام عاصم چپ رہو۔ تمہیں مبارک ہو کہ تمہارا بیٹا تمام خاندان بنی امیہ میں اشج (جس کے چہرے پر داغ ہو) ہے"۔

تعلیم و تربیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بچپن تقریباً مصر میں گزرا۔ آپ دولت و حکومت کی آغوش میں بڑے ناز و تنفضم میں پلے۔ بچپن سے ہی علم و تقویٰ کی طرف میلان تھا۔ تھوڑی سی عمر میں ہی قرآن حفظ کر لیا۔ آپ نے اپنے سینہ کو علوم نبوت کا گنجینہ بنایا۔ اپنے دامنِ دل کو دولتِ آخرت سے پُر کرنا پسند کیا۔

جب آپ کچھ بڑے ہوئے تو آپ کے والد نے آپ کو دمشق سے مصر اپنے دارالامارت لے جانا چاہا تو آپ نے فرمایا:

"اے باپ! کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ مجھے آپ مصر کی بجائے مدینہ منورہ حاضر ہونے کی اجازت دے دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہاں کے علماء و فقہا سے استفادہ کروں" (1)۔

1۔ تاریخ ملت، جلد 1، صفحہ 633

آپ کے والد عبدالعزیز بن مروان نے آپ کی میلانِ طبیعت دیکھ کر آپ کو مدینہ منورہ کے مشہور محدث صالح بن کیسان کی خدمت میں تحصیلِ علم کے لئے مدینہ منورہ بھیج دیا۔ مدینہ میں آپ کا قیام عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے پاس تھا۔ اوران کی زیرِ نگرانی ان کی تربیت ہوئی۔

صالح بن کیسان اس اہتمام کے ساتھ آپ کی مذہبی اور اخلاقی تربیت کرتے تھے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز نے نماز میں دیر کر دی۔ صالح نے باز پُرس کی۔ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا۔ ''انا میرے بال سنوار رہی تھی''۔

صالح نے اس واقعہ کی اطلاع عبدالعزیز کو دی جو اس وقت مصر کے والی تھے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ عبدالعزیز نے فوراً ایک قاصد کو مصر سے روانہ کیا جس نے عمر بن عبدالعزیز کے کسی قسم کی گفتگو کے بغیر ان کے بال مونڈ دیئے (1)۔

عبدالعزیز ایک مرتبہ حج کے لئے آئے تو مدینہ منورہ میں بھی حاضری دی۔ صالح بن کیسان سے پوچھا کہیے بچے کا کیا حال ہے؟ صالح بن کیسان نے جواب دیا۔ میں نے عمر سے زیادہ کسی بچے کے دل کو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے لبریز نہیں پایا۔

صالح بن کیسان کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیگر صلحاء مدینہ سے بھی استفادہ کیا۔

حضرت انس بن مالک، سائب بن عزیز، یوسف بن عبداللہ بن سلام اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام وتابعین عظام کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوئے تھے۔ فطری صلاحیت اور اکابرینِ اُمت کی صحبت کا نتیجہ ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ: ''میں تابعین میں سے بجز عمر بن عبدالعزیز کے کسی قول کو حجت نہیں سمجھتا''۔

ابونصر مدنی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن سلیمان بن یسار کو عمر بن عبدالعزیز کی قیام

1۔ سیر الصحابہ، جلد 7، صفحہ 343، بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی

گاہ سے نکلتے دیکھا تو ان سے پوچھا۔ کیا آپ انہیں پڑھاتے ہیں؟ سلیمان نے جواب دیا کہ ہاں! لیکن خدا کی قسم وہ تم سب سے زیادہ جانتا ہے۔

مجاہد کہتے ہیں۔ "ہم عمر بن عبدالعزیز کو پڑھانے آئے مگر ان سے پڑھ کر اٹھے" (1)۔

میمون بن مہران کا قول ہے۔

"عمر بن عبدالعزیز کے سامنے علماء وقت کی حیثیت شاگردوں کی سی ہے" (2)۔

لیث کہتے ہیں مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حلقہ ہائے درس میں بیٹھ چکا تھا کہ "ہم نے جس مسئلہ کی بھی تحقیق کی عمر بن عبدالعزیز کو اس کے اصول وفروع پر سب سے زیادہ حاوی پایا" (3)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خود تحصیل علم کا ذوق تھا ان کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے عام لڑکوں کی طرح ایک لڑکا تھا پھر عربی اور شعر کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ انہوں نے بڑے ذوق و شوق سے تحصیل علم کی۔

ان کی تعلیم کا یہ ابتدائی دور تھا۔ وہ دور جس نے انہیں امام وقت بنا دیا وہ مدینہ کی گورنری کا عہد تھا جس میں اکابر علماء وفقہاء سے ان کی صحبتیں اور علمی مباحث رہتے تھے۔ ان کا خود بیان ہے کہ جب میں مدینہ سے نکلا تو اس وقت مجھ سے بڑا عالم کوئی نہ تھا (4)۔

علم و فضل اور تفقہ فی الدین میں ان کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر وہ خلیفہ نہ ہوتے تو ائمہ شرع میں ان کا شمار ہوتا اور وہ سب سے بڑے امام مانے جاتے۔

عمر بن عبدالعزیز کی نماز

زید بن اسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے سوائے عمر بن عبدالعزیز کسی اور شخص کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔ زید کہتے ہیں کہ آپ رکوع وسجود پوری طرح ادا کرتے تھے مگر قیام وقعود

1۔ تاریخ اسلام، جلد 2، صفحہ 243 شاہ معین الدین احمد ندوی
2۔ ایضاً از محمد اکبر شاہ
3۔ تاریخ ملت، صفحہ 663
4۔ طبقات ابن سعد

85104

میں دیر نہ کرتے تھے۔

ضحاک نے کہا کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں طول دیتے اور آخری رکعتوں میں تخفیف کرتے۔ عصر کی قرات کو مختصر کرتے۔ مغرب میں قصار المفصل (یعنی سورہ زلزال سے ناس تک) پڑھتے۔ عشاء میں وسط المفصل (یعنی سورہ طارق سے بینہ تک) پڑھتے اور فجر میں طوال المفصل (یعنی سورہ الحجرات سے سورہ بروج تک) پڑھتے (1)۔

خوش پوشی

طبقات ابن سعد حصہ پنجم صفحہ ۳۱۱ پر لکھتے ہیں کہ:

''حجاج الصواف (کمبل بیچنے والے) سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز والی مدینہ تھے تو انہوں نے مجھے اپنے لئے کپڑا خریدنے کا حکم دیا۔ میں نے ان کے لئے کپڑے خریدے ان میں سے ایک کپڑا چار سو درہم کا تھا۔ انہوں نے اس کا کرتا بنوایا۔ ہاتھ سے چھوا تو کہا کہ یہ کس قدر موٹا اور سخت ہے پھر جب وہ خلیفہ تھے تو اپنے لئے کپڑا خریدنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے اسے چودہ درہم کا خریدا۔ انہوں نے ہاتھ سے چھوا تو کہا کہ سبحان اللہ یہ کیسا نرم اور کس قدر باریک ہے۔

محمد بن خالد سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز قریش میں سب سے زیادہ معطر رہنے والے اور سب سے زیادہ خوش لباس تھے۔ جب خلیفہ بنے تو سب سے زیادہ معمولی لباس اور سب سے موٹی غذا پر زندگی بسر کرنے لگے۔ جتنے زائد تھے سب ترک کر دیئے۔

تاریخ ملت میں جلد اوّل صفحہ ۶۶۵ پر درج ہے۔

''عنان حکومت ہاتھ میں لینے سے پہلے ترفہ وتنعم میں کسی سے کم نہ تھے۔ جب مدینہ منورہ کی ولایت پر تقرر ہوا تو تیس اونٹوں پر آپ کا ذاتی سامان بار تھا۔ بہتر سے بہتر قمیص پیش کی جاتی تو فرماتے اچھی ہے مگر کھردری ہے۔ مگر جب خلیفہ بنے تو زندگی ہی بدل

1۔ طبقات ابن سعد، حصہ پنجم، صفحہ 309

گئی۔ کملی کی قمیص زیبِ تن ہوتی تھی۔ پھٹی جاتی تھی مگر اس پر پیوند لگتے جاتے تھے"۔

الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی سیر الصحابہ جلد ۷ صفحہ ۳۸۲ پر ابن سعد کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ:

"خلافت سے پہلے آپ کی زندگی بڑے عیش وتنعم اور شان وشکوہ کی تھی۔ ان کا خود بیان ہے کہ مجھے لباس عیش پرستی اور عطریات کا شوق ہوا تو میں نے اسے اس قدر پورا کیا کہ میرے علم میں میرے خاندان بلکہ دوسرے خاندان میں بھی ایسی زندگی کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ ان کے شوق، نفاستِ پسندی کا یہ حال تھا کہ جب ان کے کپڑوں پر ایک مرتبہ دوسروں کی نظر پڑ جاتی تو پھر وہ انہیں پرانا سمجھتے تھے۔ ولید کے زمانہ میں ان کو چار چار سو روپیہ کا کپڑا سخت وکرخت معلوم ہوتا تھا۔ لیکن پھر چودہ درہم کا کپڑا بھی نرم وملیح معلوم ہونے لگا تھا۔ خوشبو کے لئے داڑھی پر عنبر کا سفوف چھڑکتے تھے۔ رجاء بن حیوٰۃ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سب سے زیادہ خوش لباس سب سے زیادہ معطر اور سب سے زیادہ تجبر کی چال چلنے والے تھے۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی جلد دوم صفحہ ۲۱۲ پر تحریر ہے کہ آپ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ خوش لباس اور جامہ زیب آدمی جانے جاتے تھے۔ رجاء بن حیوٰۃ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اپنے زمانے کے سب سے زیادہ خوش لباس، معطر اور تجبر کی چال چلنے والے تھے۔

شادی

عمر بن عبدالعزیز مدینہ منورہ میں تھے جب ۸۵ھ میں ان کے والد عبدالعزیز بن مروان کا انتقال ہوا۔ آپ کے چچا عبدالملک بن مروان نے آپ کو دمشق بلا لیا اور اپنی بیٹی فاطمہ کی شادی آپ سے کر دی۔ (تاریخ الخلفاء)

خناصرہ کی حکومت

عمر بن عبدالعزیز دراصل مسندِ علم کے لئے زیادہ موزوں تھے۔ لیکن شاہی خاندان کے فرد ہونے کے سبب آپ مسندِ حکومت کی زینت بنے۔ چنانچہ ان کو خناصرہ کا گورنر بنا دیا گیا۔

مدینہ کی گورنری

عبد الملک بن مروان کی وفات (۸۶ھ) کے بعد ولید بن عبد الملک خلیفہ بنے تو انہوں نے سعد کے بقول (بروایت عبد الرحمٰن بن ابی الزناد) ربیع الاوّل ۸۷ھ میں عمر بن عبد العزیز کو مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ اس وقت عمر بن عبد العزیز کی عمر ۲۵ سال تھی۔ الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے سیر الصحابہ جلد ۷ صفحہ ۴۳ پر سیرت عمر بن عبد العزیز از ابن جوزی کے حوالے سے لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے اس منصب کو قبول کرنے میں تامل کیا تو ولید نے حاجب سے پوچھا کہ عمر جاتے کیوں نہیں۔ اس نے کہا کہ وہ کچھ شرائط کے ساتھ جانا چاہتے ہیں۔ ولید نے بلا کر پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے پہلے والیوں کی طرح ظلم پر مجبور نہ کیا جائے۔ ولید نے منظور کر لیا۔ اور کہا تم حق پر عمل کرنا خواہ ایک درہم بھی خزانہ میں داخل نہ ہو۔

اس شرط کے ساتھ وہ مدینہ روانہ ہوئے ان کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ خدام کی ایک بڑی تعداد کے علاوہ ان کا ذاتی سامان تیس اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔

مدینہ پہنچنے پر آپ نے مروان بن حکم یعنی اپنے دادا کے مکان میں قیام کیا (1)۔

علماء کونسل

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فقہاء مدینہ پر مشتمل کونسل تشکیل دی جن کے اسماء گرامی یہ تھے۔ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث، ابو بکر بن سلیمان بن ابی حثمہ، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ اور خارجہ بن زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

آپ نماز ظہر پڑھ کر ان فقہاء سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد خطاب فرمایا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایسے امر کے لئے بلایا ہے کہ جس پر آپ لوگوں کو ثواب ملے گا۔ اور آپ لوگ

1۔ ابن خلدون، حصہ دوم، صفحہ 242

حق پر میرے مددگار رہوں۔ میں آپ لوگوں کی رائے اور مشورے کے بغیر کسی امر کا فیصلہ نہ کروں گا اگر آپ لوگ کسی سرکاری ملازم کو ظلم کرتے دیکھیں یا آپ کو میرے کسی عامل کے ناحق کچھ لینے کی خبر معلوم ہو تو میں ہر اس شخص کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جسے یہ معلوم ہو کہ وہ مجھے ضرور اس کی اطلاع دے۔ ان لوگوں نے انہیں جزائے خیر کی دعا دی اور چلے گئے (1)۔

امارت مدینہ کے زمانہ میں تمام فقہاء وعلماء آپ کے پاس جمع رہتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں رقم ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینے کے محکمہ قضاء پر ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم کو مقرر کیا۔

آلِ علی رضی اللہ عنہ سے محبت

طبقات ابن سعد میں تحریر ہے کہ فاطمہ بنتِ علی رضی اللہ عنہ بن ابو طالب نے عمر بن عبدالعزیز کا ذکر کیا اور بہت بہت رحمت کی دعا دی اور کہا کہ میں اس زمانے میں ان کے پاس گئی جب وہ امیر مدینہ تھے۔ انہوں نے ہر خواجہ سرا اور دربان کو نکال دیا۔ گھر میں سوائے میرے اور ان کے کوئی نہ رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اے دختر علی رضی اللہ تعالی عنہا! اللہ کی قسم مجھے روئے زمین پر کوئی خاندان آپ لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں۔ آپ لوگ تو مجھے اپنے عزیز واقارب سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

مسجد نبوی کی تعمیر نو

مدینہ کی امارت کے زمانہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعدد تعمیری کارنامے سرانجام دیئے ان میں مسجد نبوی کی تعمیر نو ان کا شاندار کارنامہ ہے۔ آپ نے مسجد نبوی کی تعمیر پر زر کثیر خرچ کیا اور اس کی تزئین وآرائش میں اس زمانہ کی تمام صناعیاں ختم کر دیں۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ۸۸ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز والی مدینہ کو لکھا کہ مسجد نبوی کی پرانی عمارت کو گرا کر از سرِ نو تعمیر کیا جائے۔ اور مسجد سے متصل امہات المؤمنین کے جو حجرے اور دیگر مکانات ہیں انہیں خرید کر مسجد میں شامل کر لیا جائے جو لوگ مکان بیچنے

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 5، صفحہ 311

سے انکار کریں ان سے زبردستی لے کر ان کی قیمت ادا کر دی جائے جو قیمت نہ لے اس کی قیمت خیرات کر دی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم کی تعمیل کی۔ تاریخ طبری میں تحریر ہے کہ اس کارِ خیر میں کسی کو تامل نہ ہوا اور سب نے قیمت لے کر مکانات دیئے۔ اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مکانات کے حصول کے لیے جبر کرنا پڑا۔

ولید بن عبدالملک نے قیصر روم کو لکھا کہ ہم اپنے نبی کی مسجد تعمیر کرنا چاہتے ہیں تم جو سامان بھیج سکتے ہو بھیج دو چنانچہ اس خط پر قیصر روم نے ایک لاکھ مثقال سونا اور چالیس گھٹے منبت کاری کا سامان اور بہت سے کاری گر بھیجے۔ مدائن سے بھی نقش ونگار کا سامان منگوایا۔ (تاریخ طبری)

تعمیرات کا مٹیریل میسر آنے پر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاسم بن محمد بن ابی بکر، سالم بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ، خارجہ بن زید، عبداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ علمائے مدینہ کی موجودگی میں مسجد کی پرانی عمارت کو گرا کر ان علمائے عظام کے ہاتھوں سے نئی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا۔ (تاریخ طبری)

بڑے جوش وجذبے سے مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہوا ایک ایک جھاڑ کے نقش پر کاریگر کو مزدوری کے علاوہ تیس درہم انعام ملتا تھا۔ صرف قبلہ رخ کی دیوار اور اس کے طلائی کام پر پینتالیس ہزار اشرفیاں خرچ آیا۔ پوری عمارت پتھر کی تھی۔ تمام در و دیوار اور چھت پر طلائی کام اور اعلیٰ درجے کی مینا کاری تھی۔ مسجد میں ایک خوبصورت فوارہ بھی بنوایا گیا۔ تین سال میں مسجد کی تعمیر کا کام مکمل ہوا تو ۹۱ھ میں خلیفہ ولید خود چل کر مدینہ آیا اور عمارت کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ فوارہ بہت پسند کیا۔ اس کی نگرانی کے لئے خدام مقرر کئے۔ مسجد کی تعمیر کی خوشی میں نقد روپیہ اور طلائی اور نقرئی ظروف تقسیم کئے۔

روضۂ رسول کی مرمت

آنحضور ﷺ کا روضہ مبارک کوئی عالی شان عمارت نہ تھی بلکہ صرف سادہ سی چار دیواری تھی۔ ولید کے زمانے میں یہ چار دیواری بوسیدہ ہو چکی تھی اور اس میں دراڑیں پڑ

چکی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پرانی چاردیواری کی جگہ نئی اور چاروں طرف دوہری دیوار تعمیر کروائی تا کہ ایک دیوار شکستہ ہو تو دوسری طرف سے پردہ قائم رہے۔

دیگر مساجد کی تعمیر

مسجد نبوی کے علاوہ اطرافِ مدینہ میں اور بہت سی مساجد تھیں۔ آنحضور ﷺ نے اطرافِ مدینہ میں جہاں جہاں نمازیں پڑھی تھیں مسلمانوں نے یادگار کے طور پر وہاں معمولی مساجد بنالی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دورِ امارتِ مدینہ میں ان تمام مساجد کو منقش پتھروں سے تعمیر کروایا(1)۔

کنوؤں اور راستوں کی تعمیر

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں رفاہِ عامہ کے بہت سے کام کئے آپ نے دشوار گزار پہاڑی راستے درست کروائے اور مدینہ میں بہت سے کنوئیں کھدوائے(2)۔

معزولی

حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کی امارت پر ۸۷ھ سے ۹۳ھ تک فائز رہے۔ آپ نے مدینہ کی گورنری اس شرط پر قبول کی تھی کہ وہ دیگر عمال کی طرح عوام پر ظلم نہیں کریں گے۔ آپ کے عہد امارت میں حجاج اور عمال کے ظلم کا شکار لوگ مدینہ میں پناہ گزیں ہو گئے۔ تو آپ نے حجاج کے جور وظلم اور بدکرداری کی شکایت ولید کو لکھ بھیجی۔ حجاج کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بھی ولید کو ایک عرضداشت بھیج دی جس میں لکھا تھا کہ:

''اکثر فتنہ پرداز، شورہ پشت اور منافق عراق سے جلاوطن ہو کر مدینہ منورہ اور مکہ جا کر مقیم ہوئے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز ان کو گرفتار کرنے سے مانع ہیں اس امر سے حکومت و سلطنت میں ایک قسم کا ضعیف پیدا ہوگا۔ مناسب ہے کہ یہ حجاز سے معزول کر دیئے

1۔ تاریخ طبری 2۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین ندوی

جائیں۔ چنانچہ ولید نے شعبان ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو حجاز سے معزول کر دیا۔ اور خالد بن عبداللہ القسری کو مکہ اور عثمان بن حبان کو مدینہ پر مامور کر دیا(1)۔

خلافت کی بشارت

تذکرہ الحفاظ جلد نمبر ا صفحہ ۱۱۲ پر تحریر ہے کہ رباح بن عبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلتے دیکھا تو میں نے کہا۔ بڑا نادان ہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر واپس آنے لگے تو میں نے استفسار کیا کہ یہ شخص کون تھا؟ فرمایا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں دیکھا ہے فرمایا تم صالح آدمی لگتے ہو یہ میرے بھائی خضر علیہ اسلام تھے۔ مجھے بشارت دینے آئے تھے کہ میں خلیفہ بنوں گا اور عدل وانصاف کروں گا(2)۔

سلیمان بن عبدالملک کی ولی عہدی کی حمایت

ولید بن عبدالملک نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے باپ کی تقلید کرتے ہوئے اپنے بھائی سلیمان کی ولی عہدی ختم کر کے اپنے لڑکے عبدالعزیز بن ولید کو ولی عہد نامزد کرنا چاہا۔ حجاج بن یوسف اور قلتیبہ بن مسلم وغیرہ نے ولید کی رائے کی تائید کی لیکن دوسرے امراء نے اس کو ناپسند کیا۔ تاریخِ اسلام جلد دوم صفحہ ۱۸۹۔۱۸۸ پر محمد اکبر شاہ نجیب آبادی نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے ولید کے اس ارادے کی اعلانیہ اور پُر زور مخالفت کی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ چنانچہ ان کو قید کر دیا۔ تین برس تک یہ قید رہے پھر کسی سفارش پر رہا کر دیا۔ سلیمان بن عبدالملک اسی لئے عمر بن عبدالعزیز کا بہت شکر گزار اور احسان مند تھا۔ چنانچہ اس نے خلیفہ بننے کے بعد ان کو اپنا وزیر اعظم اور مرتے وقت ان کی خلافت کی وصیت لکھ گیا(3)۔

الحاج مولانا شاہ معین احمد ندوی سیر الصحابہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز

1۔ تاریخ ابن خلدون، جلد 2، صفحہ 255 — 2۔ تذکرۃ الحفاظ از امام عبداللہ محمد الذہبی

3۔ تاریخ اسلام از محمد اکبر شاہ

اپنے اوصاف اور حسن خلق کی بنا پر خاندان بھر میں محبوب تھے۔ خصوصاً سلیمان بن عبدالملک ان کی بہت مانتا تھا۔ ان کو اپنا وزیر و مشیر بنایا اور امورِ خیر میں ان کے مشوروں پر عمل کرتا تھا(1)۔ اس لیے سلیمان کے عہد کی اصلاحات دراصل عمر بن عبدالعزیز کے فیضان کا نتیجہ تھا۔

سلیمان کی علالت

۹۹ھ سلیمان مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ولی عہد نامزد کیا۔ رجاء بن حیوۃ جو کہ سلیمان کے ندیمِ خاص تھے نے اس سے اختلاف کیا۔ اور کہا امیر المؤمنین خلیفہ ایسے شخص کو بنائیں جو صالح ہو تا کہ آپ قبر میں محفوظ رہیں۔ سلیمان نے کہا "یہ میرا قطعی فیصلہ نہیں ہے۔ میں اس پر غور کروں گا اور خدا سے استخارہ کروں گا"۔ چنانچہ دو دن غور کرنے کے بعد سلیمان نے یہ وصیت نامہ چاک کر دیا اور رجاء بن حیوۃ سے پوچھا کہ میرے لڑکے داؤد کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ رجاء نے کہا وہ اس وقت قسطنطنیہ میں ہے اور معلوم نہیں وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ سلیمان نے کہا پھر کیا رائے دیتے ہو۔ رجاء نے کہا اصل رائے تو آپ کی ہے۔ آپ نام لیجئے میں غور کروں گا۔ سلیمان نے کہا عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ رجاء نے کہا میرے نزدیک وہ نہایت فاضل اور برگزیدہ مسلمان ہیں۔ سلیمان نے کہا خدا کی قسم وہ ایسے ہی ہیں لیکن اگر میں عبدالملک کی اولاد کو بالکل ہی نظر انداز کر کے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا دوں تو ایک فتنہ برپا ہو جائیگا۔ جب تک ان کے بعد عبدالملک کی کسی اولاد کا نام نہ رکھوں گا اس وقت تک وہ لوگ ان کو خلافت پر قائم نہیں رہنے دیں گے۔ اس لئے میں یزید کو ان کے بعد خلیفہ نامزد کئے دیتا ہوں۔ اس سے وہ لوگ ٹھنڈے ہو جائیں گے اور راضی رہیں گے۔ رجاء نے بھی اتفاق کیا۔ اس کے بعد سلیمان نے خود اپنے قلم سے یہ وصیت نامہ لکھا۔

سلیمان کی وصیت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بعد یہ فرمان سلیمان کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز

۱۔ سیر الصحابہ بحوالہ تاریخ الخلفاء

کے نام لکھا جاتا ہے کہ آپ میں اپنے بعد خلیفۃ المسلمین مقرر کرتا ہوں اور آپ کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوں گے تمام لوگوں کو چاہئے کہ وہ عمر بن عبدالعزیز کی فرماں برداری اور اطاعت کریں۔ اللہ سے ڈرتے رہیں۔ پھوٹ نہ ڈالیں کہ مبادا دشمن کو تمہارے خلاف کاروائی کرنے کی جرأت ہو۔ (تاریخ طبری وابن سعد)

فرمان کے لئے آل عبدالملک کی بیعت

اس کے بعد فرمان پر مہر ثبت کی گئی اور محافظ دستہ کے افسر اعلیٰ کعب بن حامد العبسی کو بلا کر حکم دیا کہ میرے خاندان کے سب لوگوں کو یک جا جمع ہونے کا حکم دو۔ جب وہ جمع ہو گئے تو رجاء بن حیوٰۃ کو کہا کہ تم میرے اس خط کو ان کے سامنے لے جا کر کہو کہ یہ میرا فرمان ہے اس میں اس شخص کا نام لکھ دیا ہے جو میرے بعد میرا جانشین ہوگا۔ میرے نامزد خلیفہ کی سب لوگ بیعت کریں۔ جب رجاء نے وہ فرمان ان سب کے سامنے پیش کیا تو سب کہنے لگے کہ ہم امیر المومنین کے پاس جا کر انہیں سلام کرنا چاہتے ہیں۔ رجاء نے کہا بہتر ہے آپ تشریف لے چلیں۔ یہ سب کے سب سلیمان کے پاس آئے۔ سلیمان نے فرمان کی طرف اشارہ کر کے اس کے متعلق کچھ گفتگو کی اور پھر کہا کہ رجاء بن حیوٰۃ کے ہاتھ میں جو فرمان ہے یہ میرا فرمان ہے۔ آپ سب لوگ اس کی تعمیل کریں اور جس شخص کو میں نے اپنا جانشین مقرر کیا ہے آپ اس کی بیعت کیجئے۔ چنانچہ سب نے فرداً فرداً حلفِ وفاداری کیا اور رجاء نے سلیمان کے حکم سے وہ سربمہر فرمان ان سب کے سامنے کر دیا۔

رجاء کہتے ہیں کہ جب سب لوگ اٹھ کر چلے گئے تو عمر بن عبدالعزیز میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے ڈر ہے کہ اس بارِگراں کا بوجھ میرے کندھوں پر ڈالا گیا ہے؟ اس لئے میں خدا اور ذاتی تعلقات کا واسطہ دلا کر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اسی وقت بتا دیں تا کہ اگر میرا یہ خیال درست نکلے تو میں اسی وقت اس عہدے سے دستبردار ہو جاؤں۔ ورنہ شاید پھر مجھے اس کا موقع نہ ملے جو اس وقت مجھے حاصل ہے۔ میں نے کہا بخدا میں حرف نہیں بتا سکتا۔ اس پر عمر ناراض ہو کر چلے گئے۔

پھر ہشام بن عبدالملک آئے اور کہنے لگے کہ آپ کے میرے قدیم دوستانہ تعلقات ہیں اور میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا اگر یہ بات آپ مجھے بتا دیں۔ اگر یہ فرمان میرے متعلق ہے تو مجھے معلوم ہو جائے گا۔ اور اگر کسی اور کے متعلق ہے تو آپ فرما دیجئے مجھ جیسے شخص سے تو یہ بات پوشیدہ نہ رکھیں۔ اور مجھے بتا دیجئے میں خدا کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ کسی اور سے ہرگز اس کا تذکرہ نہ کروں گا۔ میں نے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ ایک راز ہے جو میرے سپرد کیا گیا ہے۔ میں ایک حرف نہیں بتا سکتا۔ ہشام کہتے جاتے تھے کہ اگر میں نہ ہوا تو اور کون ہوگا۔ کیا عبدالملک کی اولاد سے خلافت نکل جائے گی؟ (تاریخ طبری)

میں سلیمان کے پاس گیا۔ نزع کا عالم تھا۔ موت کی سکرات نے انہیں گھیر لیا تھا۔ میں انہیں قبلہ رخ کرنے لگا ہچکیاں لینے کی حالت میں کہنے لگے۔ اے رجاء اب تک اس کا وقت نہیں آیا۔ میں نے دو بار یہ کہا اور تیسری بار وہ کہنے لگے اے رجاء اب اگر تم چاہتے ہو تو ایسا کرو۔ جواب میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

اس کے بعد میں نے ان کا رخ قبلہ کی طرف کر دیا۔ وفات ہوگئی میں نے ان کی آنکھیں بند کر دیں اور ایک سبز چادر سے ڈھانپ کر دروازہ بند کر دیا۔ ان کی بیوی (جو ان کا انتظار کر رہی تھی) نے مجھ سے دریافت کروایا کہ ان کی کیا حالت ہے۔ میں نے کہا سو گئے ہیں۔ اس وقت چادر ان پر پڑی ہوئی تھی۔ قاصد نے خلیفہ کو چادر اوڑھے ہوئے دیکھا تو واپس چلا گیا۔ اور ان کی بیوی کو خبر دی۔ انہوں نے مان لیا اور یقین آ گیا کہ وہ سو رہے ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

رجاء نے دروازے پر اپنے کسی معتمد شخص کو کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ جب تک میں واپس نہ آ جاؤں تم یہاں سے نہ ہلنا اور نہ ہی کسی کو سلیمان کے پاس جانے دینا۔

سربمہر فرمان پر آل عبدالملک کی دوبارہ بیعت

رجاء نے سلیمان کی وفات کو بڑی ہوشیاری سے چھپائے رکھا مبادہ آل عبدالملک غم

بن عبدالعزیز کی بیعت میں لیت ولعل کریں۔ وہ سلیمان کے پاس سے سیدھے کعب بن حامد عبسی کے پاس آئے اور اس نے وابق کی مسجد میں آلِ عبدالملک کو جمع کیا۔ ان سے سلیمان کے وصیت نامہ پر پھر بیعت کے لئے کہا۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ تو ہم بیعت کر چکے ہیں دوبارہ پھر کریں۔ انہوں کہا ایسا کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہر ایک نے دوبارہ فرداً فرداً بیعت کی۔

بیعت کو مستحکم کر لینے کے بعد سلیمان کی وفات کا اعلان کر دیا۔ سب نے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا۔ پھر لفافہ چاک کر کے سب کے سامنے فرمان پڑھا۔ عمر بن عبدالعزیز کا نام سن کر ہشام نے چلا کر کہا میں ہرگز ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں گا۔ رجاء نے کہا سیدھی طرح بیعت کرو ورنہ آپ کی گردن اڑا دوں گا۔ کھڑے ہو جاؤ اور بیعت کرو۔ ہشام لڑکھڑاتے اٹھے اور بیعت کی۔ پھر رجاء نے عمر بن عبدالعزیز کے دونوں بازو پکڑے اور منبر پر بٹھا دیا۔ عمر بن عبدالعزیز خلافت کے بارِ عظیم کی ذمہ داریوں کے خیال سے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے جاتے تھے اور ہشام اپنی ناکامی پر۔

سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز و تکفین

اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک کو غسل دیا گیا۔ کفنایا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور ان کی تجہیز و تکفین کی رسوم ادا کی گئیں۔

خلافت عمر ثانی

سلیمان بن عبدالملک کو دفنانے کے بعد آپ فارغ ہوئے تو آپ پہلے والے عمر بن عبدالعزیز نہ رہے تھے۔ سریر آرائے خلافت ہوتے ہی عمر بن عبدالعزیز کی زندگی یکسر بدل گئی۔ تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی آپ نے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قالب اختیار کر لیا۔ مندر بن عبید سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز بعد نمازِ جمعہ والی بنائے گئے تو میں نے عصر میں ان کی حالت بدلی ہوئی پائی (1)۔

گھر واپسی پر آپ کو سلیمان بن عبدالملک کو سواری کے جانور اور سائیس پیش کئے گئے۔ لیکن آپ نے فرمایا میرے لئے میرا خچر کافی ہے۔ چنانچہ آپ اپنی چر پر سوار ہوئے اور تمام جانور واپس کر دیئے۔ اس کے بعد آپ کو کہا گیا کہ سلیمان بن عبدالملک کے محل میں تشریف لے چلئے۔ تو فرمایا اس میں ابوایوب کے اہل وعیال ہیں جب تک وہ اس مکان کو خالی نہ کریں میرے لئے میرا خیمہ ہی کافی ہے۔ چنانچہ دارالامارہ خالی ہونے تک آپ اپنی ہی فرودگاہ میں قیام پذیر رہے۔

گھر تشریف لائے تو چہرہ خلافت کے بارِ عظیم کی ذمہ داری سے پریشان تھا۔ لونڈی نے پوچھا خیر ہے، اتنے متفکر کیوں ہیں؟ فرمایا اس سے بڑھ کر فکر و تشویش کی بات کیا ہوگی کہ مشرق و مغرب میں امتِ محمدیہ ﷺ کا کوئی فرد نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ اور اطلاع کے اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو (2)۔

عبدالعزیز بن ولید کی بجانب دمشق پیش قدمی

جب سلیمان نے وفات پائی تو عبدالعزیز بن ولید جو باہر تھے۔ ان کو جب سلیمان کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور دمشق کی طرف پیش قدمی کر دی۔

1۔ طبقات ابن سعد، حصہ پنجم، صفحہ 318   2۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی

انہیں معلوم نہ تھا کہ بیعت بھی کر لی گئی ہے جب انہیں معلوم ہوا کہ سلیمان کی وصیت کے مطابق لوگوں نے عمر بن عبدالعزیز سے بیعت کر لی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان کیا ہے اور آپ زبردستی دمشق میں داخل ہونا چاہتے تھے۔

عبدالعزیز کی اطاعت

عبدالعزیز بن ولید نے کہا یہ بات درست ہے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ سلیمان نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں کیا ہے۔ اسی بنا پر میں نے خیال کیا کہ اگر میں اپنے خلیفہ ہونے کا اعلان نہ کروں گا تو ہمارا مال و متاع لوٹ لیا جائیگا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر آپ بیعت لے لیتے اور حکومت کی باگ ڈورا اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو میں آپ سے جھگڑا نہ کرتا اور خاموشی سے اپنے گھر میں بیٹھ جاتا۔

عبدالعزیز کہنے لگے کاش! سوائے آپ کے کوئی اور خلیفہ مقرر کیا جاتا تو میں دیکھ لیتا یعنی مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور خلیفہ ہوتا۔ عبدالعزیز نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (تاریخ طبری وابن سعد)

آپ جب بیعت خلافت اور سلیمان کی تدفین سے فارغ ہو کر گھر تشریف لائے تو داڑھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی فاطمہ نے پوچھا کہ کیوں خیریت تو ہے۔ آپ نے فرمایا خیریت کہاں ہے۔ میری گردن میں امت محمدی کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے، بھوکے، مسافر، قیدی، بیمار، مظلوم بچے، کم حیثیت عیال دار وغیرہ سب کا بوجھ مجھ پر آن پڑا ہے اسی خوف سے رویا ہوں کہ کہیں قیامت کے دن مجھ سے پرسش ہو اور میں جواب نہ دے سکوں۔

خلافت سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلافت کی بارِ گراں ذمہ داریوں کا پوری طرح احساس تھا۔ اگر نامزدگی سے پہلے آپ کو علم ہو جاتا تو خلافت کو ہرگز قبول نہ فرماتے اور صاف انکار کر

دیتے لیکن خلافت کا بوجھ اب آپ کے کندھوں پر ڈال دیا گیا تھا۔ آپ سمجھتے تھے کہ آپ کا انتخاب جمہوری طریقے پر نہیں ہوا۔ آپ لوگوں کی گردنوں پر سوار ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے خلافت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا!

''لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لئے بغیر خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے۔ میں خود اس کو اتارے دیتا ہوں۔ تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو''۔

یہ سن کر مجمع سے شور اٹھا'' ہم نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا ہے۔ اور آپ کی خلافت سے راضی ہیں۔ آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے''۔

پہلا خطبہ

آپ کو مکمل طور پر یقین ہو گیا کہ کسی کو آپ کی خلافت سے اختلاف نہیں ہے تو آپ نے خلافت کی ذمہ داریوں کا بوجھ قبول کر لیا اور لوگوں کے سامنے تقریر فرمائی۔ یہ تقریر زہد و تقویٰ کی تلقین اور خلیفہ اسلام کی اصلی حیثیت کی عکاسی ہے۔

''تمہارے نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے اور خدا نے اس پر جو کتاب اتاری ہے اس کے بعد کوئی اور کتاب آنے والی نہیں ہے۔ خدا نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ قیامت تک کے لئے حلال ہے۔ اور جو حرام کر دی وہ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔ میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ صرف (احکام الٰہی) نافذ کرنے والا ہوں۔ اپنی طرف سے خود کوئی نئی چیز پیدا کرنے والا نہیں ہوں بلکہ محض پیرو ہوں۔ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں تم میں ممتاز آدمی نہیں ہوں بلکہ معمولی فرد ہوں۔ البتہ تمہارے مقابلے میں خدا نے مجھے زیادہ گراں بار کیا ہے۔ (سیرت ابن سعد)

سیرت عمر بن عبدالعزیز میں یہ الفاظ تحریر ہیں:

''لوگو! جو شخص خدا کی اطاعت کرے اس کی اطاعت فرض ہے۔ اور جو شخص خدا کی

نافرمانی کرے اس کی اطاعت واجب نہیں جب تک میں خدا کی اطاعت کروں اس وقت تک تم میری اطاعت کرو اور جب میں خدا کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں'' (1)۔

اولین احکام

آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی جو پہلا فرمان جاری کیا وہ قسطنطنیہ میں مصروف جنگ فوج کی واپسی کا حکم تھا۔ ۹۹ھ میں آپ نے مسلمہ بن عبدالملک کے پاس قاصد بھیجا اور حکم دیا کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ واپس چلے آؤ۔ عمر بن عبدالعزیز نے پانچ سو عمدہ گھوڑے اور سامانِ خوراک مسلمہ بن عبدالملک کو بھیجا۔ (تاریخ طبری)

اموی خلفاء نے ایک بُری عادت یہ جاری کی تھی کہ وہ خود اور ان کے تمام عمال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لعن طعن کیا کرتے تھے اور اسے خطبہ کا جز بنا دیا تھا۔ آپ نے برسر اقتدار آتے ہی اسے حکماً بند کرا دیا۔ اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو نا ملائم الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں بند کر دیں اور اس کی بجائے کلام اللہ کی آیت پڑھی جائے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِالْقُرْبٰى وَيَنْهٰى
عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

''اللہ عدل واحسان اور قرابتداروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے۔ تاکہ تم سمجھو''۔ (النحل)

تیسرے حکم میں حجاج بن یوسف کے نقشِ قدم پر چلنے والے ظالم عمال کو معزول کر دیا اس میں مصر کا صاحب الخراج اور افریقہ کا والی شامل تھے یہ دونوں ظالم تھے۔

چوتھے فرمان میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن حاتم بن النعمان الباہلی کو آذربائیجان میں غارت گری کرنے والے ترکوں کی سرزنش کے لئے روانہ ہونے کا

1۔ سیر الصحابہ سیرت عمر بن عبدالعزیز

حکم صادر فرمایا۔ ابن حاتم نے ان کے خلاف سخت کارروائی کی۔ اس میں بہت سے ہلاک کردیئے گئے۔ کچھ بھاگ نکلے اور پچاس قیدی خناصرہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس لائے گئے (1)۔

عمال کا تقرر

مسندِ خلافت پر جلوہ گر ہوتے ہی عمر بن عبدالعزیز نے انتظامی ڈھانچے کو بدل ڈالا۔ ظالم اور جابر عمال کو جزول کر کے صالح اور عادل لوگوں کو انتظامی عہدوں پر مامور کیا۔ مدینے کی امارت پر ابوبکر بن محمد بن حزم کا تقرر کیا۔ انہوں نے ابوطوالہ کو مدینہ کا قاضی بنایا۔ اور ابوبکر کو ہی امیر حج مقرر کیا۔

کوفہ کی ولایت پر عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کو والی بنایا۔ ابوالزناد کو کاتب بنایا اور عامر الشعبی کوفے کے قاضی مقرر ہوئے۔ عدی بن ارطاط کے سپرد بصرہ کی ولایت کی گئی۔ حسن بن ابی الحسن بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ عروہ بن محمد بن عطیہ السعدی کو یمن کا والی مقرر کیا گیا۔ اور عدی بن عدیؓ الکندی کو جزیرہ کا والی مقرر کیا۔ اسماعیل عبید اللہ بن ابی المہاجر کو والئی افریقہ، محمد بن سوید الفہری کو والی دمشق اور جراح بن عبداللہ الحکمی کو خراسان کا والی بنایا۔

خلافت راشدہ کا احیاء

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اموی ملوکیت کو خلافتِ راشدہ کے قالب سے ڈھالنا چاہتے۔ آپ اموی حکومت کے پورے نظام میں انقلاب لانا چاہتے تھے۔ اموی خلفاء نے اسلامی خلافت کو شخصی حکومت کا روپ دے کر ملوکیت کے قالب میں بدل ڈالا تھا۔ اس میں مستبد اور جابر حکومتوں کی تمام برائیاں آ گئی تھیں مذہبی روح دم توڑ چکی تھی۔ جمہور کی آواز دب چکی تھی بیت المال حکمرانوں کا ذاتی خزانہ بن چکا تھا جو جائز و ناجائز

1۔ تاریخ طبری، جلد 7، صفحہ 31

آمدنیوں سے بھرا جاتا تھا اور حکمرانوں کی مرضی سے خرچ ہوتا تھا۔ شاہی خاندان کے افراد اور امراء کے قبضے میں کروڑوں کی جاگیریں اور جائیدادیں تھیں عمال و حکام کے افعال و اعمال پر کوئی مواخذہ و احتساب نہ تھا۔ اسلامی خلافت کی روح مردہ ہو چکی تھی اور خلیفہ اسلام کی اصل حیثیت اموی فرمانرواؤں نے ملوکیت میں گم کردی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ملوکیت کی تمام برائیاں دور کر کے طرزِ جہاں بانی میں اسے خلافت راشدہ کی پہنچ پر لانا چاہتے تھے لیکن یہ انقلاب انتہائی مشکل خطرناک اور نازک تھا آپ ہمت اور عزم صمیم کے ساتھ اس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے پر کمر بستہ ہو گئے۔

تخت شاہی انہیں خاندانی طریق پر ملا تھا مگر بیعت لینے کے بعد مجمع عام میں صاف صاف اعلان کر دیا کہ میں اپنی بیعت سے تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ بنالو۔ جب لوگوں نے برضاء و رغبت کہا کہ ہم آپ کو ہی منتخب کرتے ہیں تو تب انہوں نے عنانِ خلافت اپنے ہاتھ میں لی۔

پھر شاہانہ کروفر، فرعونی انداز، قیصر و کسریٰ کے درباری طریقے سب رخصت کیے۔ پہلے ہی روز لوازمِ شاہی ترک کر کے خلفائے راشدین کا طرز زندگی اختیار کر لیا(1)۔

حقوق کی واپسی

طبقات ابن سعد حصہ پنجم صفحہ 320 پر تحریر ہے کہ ابو بکر بن ابی سبزہ نے کہا جب عمر بن عبدالعزیز نے حقوق واپس کر دیئے تو انہوں نے کہا کہ مناسب یہی ہے کہ اپنے آپ سے پہلے کسی اور سے شروع نہ کروں۔ زمین اور آسمان ان کے قبضے میں تھا اس پر نظر ڈالی اور ادا کر کے اس سے بری ہو گئے حتیٰ کہ انگوٹھی کا نگ دیکھ کر کہا کہ یہ ان اشیاء میں سے ہے جو مجھے ولید بن عبدالملک نے مجھے اس مال میں سے دی تھیں جو ان کے پاس ملک مغرب سے آیا تھا وہ اس سے بھی بری ہو گئے۔

طبقات ابن سعد میں صفحہ 323 پر تحریر ہے کہ سلمہ بن عثمان القرشی کا بیان ہے جب

1۔ شخصیات از مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو اپنے غلام، لباس، عطر اور ضرورت سے زائد تمام اشیاء فروخت کر دیں۔ ان کی قیمت تمیں 30 ہزار دینار کو پہنچ گئی۔ انہوں نے اس کو راہ خدا میں صرف کر دیا۔

الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے سیر الصحابہ جلد 7 صفحہ 384 پر راقم ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے ساری املاک بیت المال کو واپس کر دیں۔ لونڈی غلام فرش فروش لباس وعطریات، عیش و تجمل کے جملہ سامانوں کو بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں جمع کرا دی۔ بیت المال سے سالانہ چار سو دینار گزارہ کے لئے لیتے تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ کچھ نہ لیتے تھے۔ لباس بقدر ستر پوشی اور غذا بقدر لا یموت سے زیادہ نہ ہوئی تھی۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے خلافت اور ملوکیت اور شخصیات میں لکھا ہے کہ وہ تمام جاگیریں جو شاہی خاندان کے قبضہ میں تھیں اپنی جاگیر سمیت بیت المال کو واپس کیں ان کی اپنی ذات کو اس تغیر سے جو نقصان پہنچا اس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پچاس ہزار کی جگہ صرف دو سو اشرفی سالانہ کی آمدن رہ گئی (1)۔

تاریخ ملت میں ہے کہ بیعت کے بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیز گھر آئے تو اپنی بیوی (فاطمہ بنت عبدالملک) سے کہا میرے طرزِ زندگی کے ساتھ اگر نباہ دیکھو تو میرے ساتھ رہو ورنہ میکے چلی جاؤ۔ نیک نفس بیوی یہ سن کر رونے لگی۔ پھر بولیں میں تمہاری شریکِ زندگی ہوں۔

تاریخ اسلام جلد دوم میں تحریر ہے کے خلیفہ ہونے کہ بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی فاطمہ بنتِ عبدالملک سے کہا کہ تم اپنے تمام زیورات بیت المال میں داخل کر دو ورنہ میں تم سے جدائی اختیار کر لوں گا کیونکہ مجھے کسی طرح گوارہ نہیں کہ تم اور تمہارے زیورات اور میں ایک گھر میں ہو۔ ان کی بیوی نے تمام زیورات جن میں ایک قیمتی پتھر بھی تھا جو عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیا تھا سب مسلمانوں کے لئے بیت المال میں بھیج دیئے۔

1۔ شخصیات از سید ابوالاعلیٰ مودودی

عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ آپ چاہیں تو اپنے زیورات بیت المال سے واپس لے لیں۔ فاطمہ نے کہا کہ جس چیز کو میں نے اپنی خوشی سے بیت المال میں داخل کر دیا تھا اب عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس کو کیسے واپس لے سکتی ہوں (1)۔

شاہ معین الدین احمد ندوی نے تاریخ اسلام میں اس واقعہ کو یوں تحریر کیا ہے۔

''آپ کی بیوی فاطمہ کو ان کے باپ عبدالملک نے ایک بیش قیمت پتھر دیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے بیت المال میں داخل کر دو یا مجھے چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اطاعت شعار بیوی نے اسی وقت وہ پتھر بیت المال میں داخل کرا دیا''۔

1۔ تاریخ اسلام از محمد اکبر شاہ

اصلاحات اور کارنامے

غصب شدہ اموال اور جائیدادوں کی واپسی

رعایا کے زیردستوں اور کمزور لوگوں کے مال جائیداد اور زمینوں پر شاہی خاندان کے افراد امراء اور عمال نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ سب سے مشکل اور مقدس فرض ان جاگیروں اور جائیدادوں کی واپسی کا مسئلہ تھا۔ آپ نے اس کار خیر کو اللہ کا نام لے کر شروع کیا خود آپ کے پاس بہت بڑی جاگیر تھی۔ جب آپ اسے واپس کرنے لگے تو شاہی خاندان اور خیر خواہوں نے کہا کہ اگر جاگیر واپس کر دی تو اولاد کا کیا بنے گا تو فرمایا ان کو خدا کے سپرد کرتا ہوں (1)۔

بنو مروان کو جمع کر کے فرمایا:

''بنی مروان! تم کو شرف اور دولت کا بڑا حصہ ملا ہے میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے''۔

ان لوگوں نے جواب دیا:

''خدا کی قسم! جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہو جائیں گے اس وقت تک یہ جائیدادیں واپس نہیں ہو سکتیں۔ خدا کی قسم! نہ ہم اپنے آباؤ اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ اپنی اولادوں کو مفلس بنائیں گے''۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا! خدا کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو تمہیں ذلیل و رسوا کر کے چھوڑوں گا۔

اس کے بعد عوام کو مسجد میں جمع کر کے فرمایا:

''ان لوگوں (اموی خلفاء) نے ہم ارکانِ خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطیات

1۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز از ابن جوزی

دیئے کہ جن کے دینے کا نہ ان کو کوئی حق تھا اور نہ ہی ہمیں ان کو لینے کا۔ اب میں ان کو ان کے اصلی حق داروں اور وارثوں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں''۔

اس کے بعد جاگیروں کے اسناد کا خریطہ منگوایا اور مزاحم ان اسناد کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور آپ انہیں قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے۔ صبح سے لے کر نمازِ ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ شاہی خاندان کی سب جاگیریں واپس کر دیں۔

اس کے بعد عام مغصوبہ جاگیروں اور اموال کی واپسی کی طرف متوجہ ہوئے۔ تمام عمال کو فرمان ہدایت بھیجا کہ تمام غصب شدہ اموال واملاک واپس کر دیا جائے۔

طبقات ابن سعد میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم پر عراق میں اتنی املاک اور اموال واپس کیے گئے کہ عراق کے بیت المال میں جو کچھ تھا ختم ہو گیا۔ اور یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز نے شام سے ہمارے پاس مال بھجوایا۔

ابوالزناد کا قول ہے کہ عمر معمولی شہادت پر اموال واپس کر دیتے تھے۔

ایوب السختیانی سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے حقوق (وہ جائیداد واسباب جو ناحق لوگوں کو مل گیا تھا) لے کر بیت المال کو واپس کر دیا اور اگر بیت المال میں کسی کا حق آ گیا تھا تو اسے بھی واپس کر دیا اور حکم دیا کہ جتنے سال تک یہ مال دوسری جگہ رہا اس کے مالک کی طرف سے زکوٰۃ دی جائے اور جب وہ مال باہر رہا تو ایک سال سے زیادہ کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ (طبقات ابن سعد)

باغ فدک کا مسئلہ اور فیصلہ

فدک خیبر کا ایک گاؤں تھا ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا تو یہ آنحضور ﷺ کے خمس میں آیا۔ آپ ﷺ نے اسے خالصہ قرار دے دیا تھا۔ آپ اس کی آمدنی اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات پر صرف کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہ الزاہرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے باپ کا ورثہ ہونے کی حیثیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا مطالبہ کیا۔ آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی''۔

البتہ میں اسے انہیں مصارف میں صرف کرتا رہوں گا جن میں رسول اللہ ﷺ صرف فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ خلفاء راشدین کے عہدِ خلافت میں فدک کی آمدنی انہیں مصارف میں صرف ہوتی رہی (1)۔

• ۴۰ھ میں امیر معاویہ کے عہد میں مروان مدینہ کے گورنر بنے تو فدک مروان بن حکم کو ملا جو اس کے پھل دس ہزار دینار میں فروخت کرتے تھے۔ جب امیر معاویہ مروان سے ناراض ہو گئے اور اس کو مدینہ کی گورنری سے برخاست کر دیا تو فدک بھی چھن گیا۔ تاہم امیر معاویہ نے جب دوبارہ مروان کو مدینہ کی امارت پر مامور کیا تو باغِ فدک پھر ان کو مل گیا۔ مروان بن حکم کی وفات پر ان کے قبضہ میں ہی رہا۔ مروان کی وفات کے بعد عبدالملک اور عبدالعزیز کو فدک کا نصف نصف ملا۔ •

عبدالعزیز نے اپنا نصف عمر بن عبدالعزیز کو ہبہ کر دیا۔ عبدالملک کی وفات کے بعد ولید کے عہد حکومت میں باقی نصف جو کہ ولید اور سلیمان کی ملکیت تھا بھی عبدالعزیز کو مل گیا۔ اس طرح فدک بنی عبدالملک سے نکل کر تنہا عمر بن عبدالعزیز کے پاس چلا گیا۔ اس کی آمدنی جو کہ دس ہزار دینار سالانہ تھی سے عمر بن عبدالعزیز اور ان کے عیال کا خرچ چلتا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز جب خلیفہ بنے تو آپ نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو فرمان جاری کیا کہ فدک کی جو کیفیت رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں تھی۔ سے انہیں آگاہ کیا جائے تا کہ اسے اسی حال پر واپس کر دوں۔

ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی خلافت کے

1۔ ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب صفایا رسول اللہ ﷺ

زمانہ میں مجھے لکھا کہ قلعہ کتیبہ (خیبر) کے متعلق دریافت کر کے مجھے بتاؤ کہ وہ خمس میں تھا یا رسول اللہ ﷺ کا خاص حصہ تھا۔

ابو بکر کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ (فتح خیبر کے موقع پر) جب رسول اللہ ﷺ نے بنی ابی الحقیق (یہود خیبر) سے صلح کی تو آنحضرت ﷺ نے قلعہ نطاط اور قلعہ شق (واقع خیبر) کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا۔ (قلعہ) کتیبہ بھی انہیں کا جزو تھا رسول اللہ ﷺ نے پانچ تدہم کر دیئے اس کے ایک سہم پر "للہ" (اللہ کے لئے) لکھ دیا سب سے پہلے یہی تسہم کتیبہ تھا جس پر "للہ" نکلا۔ کتیبہ رسول اللہ ﷺ کا خمس تھا۔

اس عمل کی تحقیق کے بعد فدک کو اپنی ملکیت سے نکال کر پھر اس کے قدیم مصارف کے لئے مخصوص کر دیا اور آلِ مروان سے کہا۔

"فدک رسول اللہ ﷺ کا خالصہ تھا جس کی آمدنی آپ ﷺ اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات پر صرف کرتے تھے۔ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے مانگا تھا لیکن آپ ﷺ نے نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک اس پر عمل ہوتا رہا۔ پھر مروان نے اسے اپنی جاگیر بنا لیا اور وراثۃً میرے قبضے میں آئی لیکن جو چیز رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہیں دی اس پر میرا کوئی حق نہیں ہوسکتا۔ اس لئے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ فدک کی جو صورت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی، میں اس کو اسی حالت میں لوٹاتا ہوں(1)۔

بنوامیہ کی برہمی

عمر بن عبدالعزیز کے اس عدل نے بنی امیہ کو بالکل ہی دست کر دیا تھا۔ ان کی جاگیریں اور جائیدادیں چھن گئی تھیں۔ ان کے وظائف بند کر دیئے گئے۔

عبیداللہ بن محمد التیمی سے مروی ہے کہ میں نے اپنے والد وغیرہ کو بیان کرتے سنا کہ

1۔ طبقات ابن سعد و سیر الصحابہ اور تاریخ ابن خلدون

جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو ان کے قرابت داروں کو جو وظائف ملتے تھے وہ انہوں نے بند کر دیئے اور ان سے وہ جاگیریں بھی (واپس) لے لیں جو ان کے قبضے میں تھیں۔

ام عمر کی سفارش

اس پر بنوامیہ چلا اٹھے۔ ان کے گھروں میں کہرام مچ گیا انہوں نے فاطمہ بنتِ مروان جو عبدالعزیز کی پھوپھی تھی اور جس کا بنوامیہ بہت ادب و احترام کرتے تھے کو آپ کے پاس بھیجا تا کہ وہ انہیں اس کام سے روکیں (1)۔

ام عمر (فاطمہ بنت مروان) عمر بن عبدالعزیز کے پاس بنوامیہ کی شکایت لے کر گئیں اور آپ سے کہا کہ تمہارے قرابتدار شکایت کرتے ہیں کہ تم نے ان سے وہ چیز لے لی جو تمہارے سوا دوسروں کی دی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ان کا کوئی حق یا کوئی ایسی چیز جو ان کی ہو بند نہیں کی۔ اور نہ میں نے ان سے کوئی حق یا کوئی شے جو ان کی تھی لی۔

ام عمر نے عمر بن عبدالعزیز کو بتایا کہ میں ان لوگوں کو اعتراض کرتے ہوئے دیکھتی ہوں۔ مجھے خدشہ ہے کہ وہ کسی دن وہ لوگ تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ آپ نے کہا میں سوائے قیامت کے دن کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اللہ مجھے اس (روز قیامت) کے شر سے بچائے۔

انہوں نے ایک دینار ایک ٹکڑا لوہا اور ایک انگیٹھی منگوائی۔ دینار کو آگ میں ڈال کر پھونکنے لگے۔ جب وہ سرخ ہو گیا تو اسے کسی چیز کے ذریعے نیچے گرا دیا۔ کچھ آواز آنے لگی۔ اور دھواں اٹھنے لگا۔ انہوں نے کہا اے پھوپھی آپ کو اس قسم کی تکلیف سے اپنے بھتیجے پر رحم نہیں آتا۔

محمد اکبر شاہ نجیب آبادی تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ نمبر ۱۹۴ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس طرح سمجھانے پر ان کی پھوپھی یہ کہنے پر مجبور ہوئیں کہ میں تو تمہارے بھائیوں کے اصرار سے تمہیں سمجھانے آئی تھی۔ مگر جب تمہارے ایسے نیک اور پاک خیالات ہیں تو میں کچھ نہیں کہتی۔

1۔ شخصیات از سید ابوالاعلیٰ مودودی

سید ابوالاعلیٰ مودودی شخصیات صفحہ نمبر ۴۵ پر لکھتے ہیں کہ:

آخر کار وہ (فاطمہ بنت مروان) مایوس ہو کر پلٹی اور اس نے اپنے کنبے کے لوگوں سے کہا! ''یہ سب تمہارا اپنا کیا دھرا ہے۔ تم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خطاب کے خاندان کی لڑکی بیاہ لائے۔ آخر کار لڑکا اپنے نانا پر چلا گیا''۔

ابن سعد میں ہے کہ ام عمر (فاطمہ) اٹھ کر قرابتداروں کے پاس گئیں اور کہا کہ عمر بن خطاب کے خاندان میں نکاح کرتے ہو۔ اولاد میں جب ان کی شباہت ظاہر ہوتی ہے تو جزع وفزع کرتے ہو۔ اب اس پر صبر کرو۔

ہشام بن عبدالملک کی وکالت

شاہ معین الدین احمد ندوی نے تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۲۲۹ پر اس واقعہ کو اور انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے عادلانہ طرزِ عمل سے بنو امیہ میں بڑی برہمی پیدا ہوئی۔ آل مروان نے ہشام کو اپنا وکیل بنا کر آپ کے پاس بھیجا اس نے جا کر آپ سے کہا کہ ان امور میں جس کا آپ کے زمانہ سے تعلق ہے کے بارے میں جو چاہیے کیجئے۔ لیکن سابقہ خلفاء جو کچھ کر گئے اسے اسی حالت پر رہنے دیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر ایک ہی معاملہ کے بارے میں آپ کے پاس دو دستاویز ہوں، ایک امیر معاویہ کی اور دوسری عبدالملک کی تو تم ان میں سے کس کو قبول کرو گے۔ ہشام نے کہا جو پہلے کی ہو۔ عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا تو پھر میں نے کتاب اللہ کو سب سے قدیم دستاویز پایا۔ اس لئے میں ہر اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے خواہ میرے زمانہ کی ہو یا مجھ سے پہلے کی۔ اسی قدیم دستاویز پر عمل کروں گا۔ اس پر سعید بن خالد نے کہا اے امیر المومنین! آپ کی ولایت میں جو چیز ہے اس میں آپ حق و انصاف کے مطابق جو فیصلہ چاہے کیجئے۔ لیکن گزشتہ خلفاء کی بھلائیوں اور برائیوں کو ان کی حالت پر رہنے دیجئے۔ آپ نے کہا تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ ایک شخص چھوٹے بڑے لڑکوں کو چھوڑ کر مرے۔ بڑے لڑکے اپنے قوتِ بازو سے مال پر قبضہ کر کے کھا جائیں اور چھوٹے لڑکے تم سے مدد چاہیں تو تم کیا

کرو گے۔ سعید نے جواب دیا ان کے حقوق واپس دلاؤں گا۔ آپ نے جواب دیا یہی تو میں نے بھی کیا ہے۔ پہلے خلفاء نے ان لوگوں کو قوت سے دبایا۔ ان کے ماتحتوں نے بھی ان کی پیروی کی اب جب میں خلیفہ بنا تو یہ کمزور لوگ میرے پاس آئے۔ ایسی صورت میں میرا فرض ہے کہ میں طاقتور سے کمزور اور اعلیٰ سے ادنیٰ کا حق دلاؤں۔ ان خاندان کے لوگوں کو بیت المال سے جو وظائف ملتے تھے عمر بن عبدالعزیز نے بند کر دیئے تو عیلیہ ابن سعد نے امیر المؤمنین سے شکایت کی آپ برہم ہوئے۔ آپ نے فرمایا! آپ لوگوں کا میرے ذاتی مال میں حق ہو سکتا ہے مگر بیت المال میں آپ لوگوں کے لئے اتنی گنجائش نہیں ہے بیت المال میں تمہارا اس سے زیادہ حق نہیں جتنا برک الغماد کی آخری حدود میں رہنے والوں کا۔ خدا کی قسم اگر ساری دنیا تمہاری رائے کی ہو جائے تو ان پر خدا کا عذاب نازل ہو۔ الغرض کوئی چیز آپ کو عدل سے نہ روک سکی۔

عمرو بن ولید کا غضب آلودہ خط

بنو امیہ سے اموال و املاک اور جاگیر چھین کر عمر بن عبدالعزیز نے ان کے تمام امتیازات مٹا دیئے اور ان کے کرو نخوت کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اس قبیل کا ایک اور واقعہ الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی سے سیر الصحابہ جلد ۷ صفحہ ۳۸۵ پر تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی عادلانہ روش نے ان کے خاندان کے لوگوں کو ان کے خلاف سخت برہم کر دیا تھا جیسا کہ ام عمر رضی اللہ عنہ کی گفتگو (جس کا تذکرہ پہلے کیا جا چکا ہے) ثابت ہے۔ عمر بن ولید رضی اللہ عنہ نے نہایت غضبناک خط (عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ) لکھا کہ تم نے خلفاء سابقین پر عیب لگایا ہے۔ ان کی اور ان کی اولاد کی دشمنی میں ان کے خلاف روش اختیار کی۔ تم نے قریش کی دولت اور ان کی میراث ظلم و جور سے بیت المال میں داخل کر کے قطعِ رحم کیا۔ عمر بن عبدالعزیز! خدا سے ڈرو اور اس (بات) کا خیال کرو کہ تم نے زیادتی کی ہے۔ تم ابھی منبر پر اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ اپنے خاندان والوں کو جور و ظلم کا نشانہ بنا دیا۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو بہت سی خصوصیات

کے ساتھ مختص فرمایا۔ تم اس حکومت میں جس کو تم اپنے لئے آزمائش اور مصیبت کہتے ہو، خدا سے بہت دور ہو گئے ہو۔ اس لئے اپنی خواہشات کو روکو اور اس کا یقین رکھو کہ تم ایک جبار کی نگاہ کے سامنے اور اس کے قبضہ میں ہو۔ اور اس حالت میں چھوڑے نہیں جا سکتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اس کا نہایت سخت جواب دیا۔ الحاج مولانا شاہ معین احمد ندوی نے لکھا ہے مذکورہ خط اور اس کا جواب دونوں سیرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۱۲ پر ہے(1)۔

ایک مرتبہ تمام آل مروان نے آپ کے دروازے پر جمع ہو کر آپ کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ یا ہم لوگوں کو اندر جانے کی اجازت دلوا دو یا اپنے باپ کو جا کر پیغام دو کہ ان سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ہم کو لیتے دیتے تھے۔ ہمارے مراتب کا لحاظ رکھتے تھے۔ اور تمہارے باپ نے ہم کو بالکل محروم کر دیا۔ عبدالملک نے جا کر اپنے باپ عمر بن عبدالعزیز کو یہ پیغام سنایا، انہوں نے کہا کہ جا کر ان لوگوں کو کہہ دو کہ میں اگر خدا کی نافرمانی کروں تو عذابِ قیامت سے ڈرتا ہوں(2)۔ اس قبیلہ کے بیشتر خطرناک واقعات کے باوجود راہِ حق سے ٹس سے مس نہ ہوئے اور اپنا مشن پورا کر کے چھوڑا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے غلام مزاحم کا تذکرہ کرنا بھی غیر ضروری نہیں ہوگا۔ جائیدادوں اور املاک کی واپسی کے ارادے اور مشن کا تذکرہ حضرت عمر ثانی نے ان سے کیا تو انہوں نے سوال کیا کہ اولاد کے لئے کیا بندوبست کیا ہے؟ اس پر آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور فرمایا!

''میں انہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں''۔

مزاحم نے خیر خواہی کے طور پر اس کا ذکر آپ کے صاحبزادے (عمر) سے کیا اور انہیں بتایا کہ میں نے انہیں اس کام سے روک دیا ہے۔ صاحبزادے نے جو باپ کے رنگ میں رنگے جا چکے تھے، جواب دیا۔

1۔ سیر الصحابہ الحاج مولانا شاہ معین احمد ندوی   2۔ ایضاً

”تم اچھے وزیر نہیں ہو“۔

پھر فوراً باپ کے پاس پہنچے اور مزاحم کی گفتگو سے آگاہ کیا اور انہیں بتایا کہ مجھے مزاحم کے ذریعے آپ کے ارادے کا علم ہوا ہے۔ پھر پورا کرنے میں کیا امر مانع ہے۔ جب عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ شام کو یہ کام ہو جائے گا۔ تو بیٹے نے کہا کہ جلدی کیجئے کیا خبر شام تک آپ زندہ رہیں گے یا نہیں؟ اور اگر زندہ رہتے بھی ہیں تو کیا خبر کہ آپ اس نیک ارادے پر قائم رہتے ہیں یا نہیں؟ حضرت عمر ثانی بیٹے کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً اس پر عمل کیا اور پھر فرمایا: اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے ایسی اولاد دی جو دینی کاموں میں میری مددگار ہے(1)۔

اس نیک مشن میں آپ کی بیوی فاطمہ بنتِ عبدالملک آپ کے مولیٰ مزاحم اور بیٹے عمر نے آپ کی بہت معاونت کی۔

عمال کے نام فرمانِ ہدایت

اصلاح احوال کی غرض مختلف صوبہ جات کے جملہ عمال وافسران کے نام مندرجہ ذیل مضمون کا فرمان بھیجا اور اپنے انہیں عزائم سے آگاہ کیا۔

”امابعد! سلیمان اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا جسے اس نے خلافت کی نعمت سے بہرہ اندوز کیا تھا۔ اب اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ خدا نے جو ذمہ داری مجھ پر عاید کی ہے وہ بہت سخت ہے۔ اگر بیویاں جمع کرنا اور دولت سمیٹنا مجھے منظور ہوتا ہو مجھ سے زیادہ کسی کے لئے اس کے وسائل مہیا نہ تھے۔ لیکن میرا تو یہ حال ہے کہ میں خلافت کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں سخت محاسبہ سے لرزاں ہوں البتہ اللہ تعالیٰ نے اگر رحم و درگزر سے کام لیا تو امید ہے کہ چھٹکارا ہو جائے گا“۔

اس کے علاوہ مختلف صوبہ جات کے امراء کو وہاں کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر مخصوص فرمانِ ہدایت بھیجے:

1۔ تاریخ ملت، صفحہ 655 بحوالہ ابن اثیر

سلیمان بن ابی السری حاکم سمرقند کو حکم دیا۔

”تم مسافر خانے بنواؤ۔ جو مسلمان ادھر سے گزرے اسے ایک دن اور ایک رات وہاں ٹھہراؤ۔ اس کی ضیافت اور اس کی سواری کے چارہ کا انتظام مفت کرو۔ جو مسافر بیمار ہو اس کے لئے دو دن اور دو رات یہ انتظام ہو۔ اور اپنے وطن جانا چاہے تو اسے حکومت کے خرچ پر گھر پہنچانے کا بندوبست کرو“ (1)۔

کوفہ کے والی عبدالحمید کو لکھا کہ گزشتہ زمانہ میں اہل کوفہ کو عمالِ بد کے ہاتھوں سخت مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ہے اور ان کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا گیا ہے۔ دیکھو دین کی بنیاد عدل و انصاف اور احسان پر ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ اپنے نفس (کے محاسبے) کا خیال رکھنا چاہئے۔ تم اسے گناہوں کے تھوڑے بوجھ سے بھی گراں بار نہ کرو۔ خراج کے بارے میں پوری احتیاط برتو۔ غیر آباد زمین سے آباد زمین کے خراج کا مطالبہ نہ کرو اس سے اسی قدر وصول کرو جو اس کے لئے مناسب ہو۔ البتہ اسے آباد کرنے کی فکر کرو۔ آباد زمین سے خراج وصول کرو اور اس میں بھی نرمی اور حسن تقاضا ملحوظ رہے۔ رعایا سے ٹیکسال کے مصارف نوروز اور مہرجاں تہواروں کے ہدیے، قرآن کریم کی قیمت، پانی مہیا کرنے کا ٹیکس، مکانات کا کرایہ اور نکاحانہ وصول نہ کرو۔ کسی ملک کا بھی کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ ہرگز وصول نہ کیا جائے۔ (تاریخ ملت)

ظالم حکام کا احتساب

کسی اچھے اور عادل حکمران کے فرائض منصبی میں یہ شامل ہے کہ وہ رعایا کو ظالم و جابر حکام کے جور و ظلم سے نجات دلائے ان ظالم افسران کا محاسبہ کئے بغیر عدل و انصاف اور امن و امان کے تقاضے پورے نہیں ہوتے ان مقاصد کی خاطر سرکاری افسران کا احتساب از حد ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ مالِ مغصوبہ کی واپسی کے بعد اصلاحِ احوال کے لئے عمال کے جور و ظلم کا تدراک ضروری تھا۔

1۔ تاریخ طبری، جلد 7، صفحہ 45 و تاریخ ملت جلد 1، صفحہ 654

سلیمان بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں عمر بن عبدالعزیز کے مشورے سے بڑی حد تک اس کا تدراک کیا جا چکا تھا۔ لیکن پھر بھی حجاج بن یوسف جیسے سفاک گورنر کی باقیات اب بھی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جفا کاری اور سفاکی کی علامات اور آثار مٹانے کے لئے حجاج بن یوسف کے پورے خاندان کو یمن کی طرف جلاوطن کر دیا اور وہاں کے حاکم کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آلِ عقیل کو بھیج رہا ہوں ان کو پورے یمن میں منتشر کر دو۔ جو لوگ حجاج کے اعوان وانصار اور ماتحت رہ چکے تھے ان کو ہر قسم کے حقوق سے محروم کر دیا۔

بدنام عمال سے حکومت کو صاف کرنے کے ساتھ ہی عام عمال کی اصلاح کے لئے ان کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ ان بُرے عمال کی وجہ سے جنہوں نے بُرے دستور قائم کئے اور کبھی انصاف نرمی اور احسان کا ارادہ نہیں کیا۔ عام لوگ سخت مصیبت سختی اور جور وظلم میں مبتلا ہو گئے ہیں(1)۔

ایک والی عبدالحمید کو لکھا کہ وسوسہ شیطانی اور حکومت کے جور وظلم کے بعد انسان کی بقاء نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میرا خط ملتے ہی حقدار کا حق ادا کر دو۔ (ابن سعد)

جور وظلم کے تمام ذرائع بند کر دیئے۔ اموی دورِ حکومت میں محض بدگمانی اور سوئے ظن پر سزا دینا عام تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس طریقہ کو بند کر دیا۔ موصل کے والی غسان نے لکھا کہ یہاں چوری اور نقب زنی کی وارداتیں عام ہیں جب تک لوگوں کو شبہ میں نہ پکڑا جائے گا اور سزا نہ دی جائے گی یہ وارداتیں بند نہیں ہو سکتیں۔ آپ نے لکھا صرف شرعی ثبوت پر مواخذہ کرو اگر حق ان کی اصلاح نہیں کر سکتا تو خدا ان کی اصلاح نہ کرے(2)۔

جراح بن عبداللہ بن الحکمی والئ خراسان نے لکھا کہ اہل خراسان کی روش نہایت خراب ہے۔ انہیں کوڑے اور تلوار کے سوا کوئی اور چیز درست نہیں کر سکتی۔ اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو اس کی اجازت فرمائیں تو آپ نے جواب دیا کہ ان کو حق اور عدل درست کر سکتا ہے یہاں تک ممکن ہو عدل عام کرو۔ (تاریخ الخلفاء)

1۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی بحوالہ یعقوبی

2۔ تاریخ الخلفاء

ظلم کا ایک طریقہ یہ تھا کہ عمال چیزوں کا نرخ کم کر کے کم قیمت پر خرید لیتے تھے۔ خصوصاً فارس کے سرکاری افسران کے بارے میں یہ عام شکایت تھی۔ عمر بن عبدالعزیز نے قانون بنا دیا کہ کوئی عامل رعایا کا مال کم قیمت پر نہ خریدے۔ آپ نے فارس کے والی کو لکھ بھیجا کہ مجھے اطلاعات ملی ہیں کہ تمہارے عہدیدار پھلوں کا تخمینہ کم کر کے ان کو کم قیمت پر خریدتے ہیں اور کردوں کے قبائل لوگوں سے عشر وصول کرتے ہیں۔ اگر ثابت ہو گیا کہ تمہارے ایما پر ایسا ہوتا ہے یا تم اسے پسند کرتے ہو تو میں تم کو نہ چھوڑوں گا۔ تحقیق حال کے لئے بشر بن صفوان، عبداللہ بن صفوان، عبداللہ بن عجلان اور خالد بن سالم کو بھیج رہا ہوں اگر یہ اطلاع درست نکلی تو پھل ان کے مالک کو واپس کر دیئے جائیں گے۔ تم ان لوگوں کی تحقیقات میں رکاوٹ نہ پیدا کرنا(1)۔

البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۸۸ پر ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جراح بن عبداللہ الحکمی والئی خراسان کے بارے میں آپ کو شکایت ملی کہ وہ نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کرتا ہے اور کہتا ہے یہ لوگ جزیہ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے مسلمان ہوئے ہیں۔ نہ کہ نجاتِ اخروی کی خاطر۔ آپ نے اسے لکھا کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دینِ مبین کا داعی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ تحصیلدار بنا کر نہیں۔

جراح نے اس حکم کی تعمیل شروع کر دی تو لوگ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ جزیہ کی آمدن کم ہو گئی تو جراح کے حاشیہ نشینوں نے ان کو بہکایا کہ ان لوگوں کے ختنے کر کے ان کے اخلاص کا امتحان لینا چاہئے۔ جراح نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو رائے کے لئے لکھ بھیجا۔ آپ نے جواباً لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا خاتن بنا کر نہیں۔

آخر کار جراح کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا گیا(2)۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 5 صفحہ 369

2۔ البدایہ والنہایہ المعروف تاریخ ابن کثیر و تاریخ ابن خلدون، جلد 2

جن عمال نے ظالمانہ طور رعایا کے حقوق چھین لئے تھے ان کو واپس دلائے۔ ان میں مسلم اور ذمی کی تمیز نہ کی۔ اس طرزِ عمل کا خوشگوار اثر پڑا۔

اہل سمرقند نے ایک وفد بھیج کر آپ سے شکایت کی کہ قتیبہ بن مسلم نے غیر منصفانہ طور پر سمرقند پر قبضہ کر لیا تھا۔ لہٰذا ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن السری کو لکھا کہ تم معاملہ کو تحقیقات کرنے کے لئے قاضی مقرر کرو جو ایماندارانہ طور پر معاملہ کا فیصلہ کرے۔ اگر فیصلہ اہلِ سمرقند کے حق میں ہو تو مسلمانوں کو شہر چھوڑ کر لشکر گاہ میں چلے جانا چاہیے تاکہ ان کے معاملے نئے سرے سے طے ہو جائے۔

سلیمان نے حکم کی تعمیل میں جمیع بن حاضر کو قاضی بنا کر معاملہ کے تصفیہ کے لئے بھیجا۔ قاضی نے معاملے کی چھان پھٹک کر فیصلہ صادر کیا کہ اہل سمرقند حق پر ہیں یعنی ان کی شکایت درست ہے۔ لہٰذا مسلمان شہر پر سے قبضہ اٹھالیں اور اپنی قدیم چھاؤنی میں شہر سے باہر چلے آئیں۔ اور نئے سرے سے شہر فتح کریں یا نیا صلح نامہ مرتب ہو"۔

اہل سمرقند مسلمانوں کی انصاف پسندی سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم موجودہ صورتِ حال پر خوش ہیں۔ ہم ایسی عدل پرور قوم سے جھگڑا مول لینا پسند نہیں کرتے۔ (تاریخ طبری، جلد 7)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے احکام کے اجراء پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ امراو والیان کی غلط کاریوں کا بھی سختی سے احتساب کیا۔

یزید بن مہلب کے ذمہ بیت المال کی ایک گراں قدر رقم واجب الادا تھی۔ آپ نے یزید بن مہلب کو دارالخلافت میں طلب کیا اور اس سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کیا تو یزید نے ادائیگی سے صاف انکار کر دیا۔ جب یزید کو سلیمان بن عبدالملک کے دور کی اس کی وہ تحریر دکھائی جس میں اس نے ان رقوم کا اقرار کیا تھا، تو اس نے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرا اور سلیمان کا معاملہ واحد تھا میں نے اپنے مخالفین کو مرعوب کرنے کے لئے اسے لکھ دیا تھا لیکن

حقیقت میں میرے ذمہ کچھ نہیں ہے۔ حضرت عمر نے یہ عذر قبول نہ کیا اور اسے قید میں ڈال دیا۔ یزید کے بیٹے مخلد کو معلوم ہوا تو دربار خلافت میں حاضر ہوا اور کہا:

''یا امیر المومنین! اللہ نے آپ کو اس اُمت پر خلیفہ بنا کر بڑا احسان فرمایا ہے۔ پھر ہم ہی آپ کے لطف و کرم سے کیوں محروم ہیں۔ مناسب ہے گھٹا بڑھا کر معاملہ طے کرلیا جائے یعنی مک مکا کرلیا جائے''۔

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جب تک ایک ایک کوڑی وصول نہ کرلوں گا تیرے باپ کو نہ چھوڑں گا۔۔ یہ معاملہ حقوقِ مسلمین کا ہے''۔

یزید بن مہلب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے آخری زمانہ تک قید میں رہا جب اس نے سنا کہ آپ کا وقتِ آخر ہے اور یزید بن عبدالملک کے ہاتھ میں زمامِ خلافت آنے والی ہے۔ جس سے خاندانِ حجاج سے بدسلوکی کی وجہ سے اس سے مخالفت ہے تو وہ قید خانے سے فرار ہوکر بصرہ چلا گیا۔ اس نے حضرت عمر ثانی کو خط لکھا:

''خدا کی قسم! اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہوتا تو میں کبھی حکم عدولی نہ کرتا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوگا اور وہ میری تکہ بوٹی کردے گا''۔

بیت المال کی آمدنی اور خرچ کی اصلاح

اموی حکمرانوں نے بیت المال کو اپنا ذاتی خزانہ سمجھ رکھا تھا۔ اس کی تو آمدنی میں کسی قسم کی احتیاط نہ کی جاتی تھی۔ بیت المال کو جائز و ناجائز آمدنی سے بھرا جاتا تھا اور اسی طرح اس کا استعمال بھی غلط اور ناجائز طریقے سے کیا جاتا تھا۔ بیت المال کی آمدنی کا بڑا حصہ اموی خلفاء کے ذاتی تعیش پر صرف ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قومی خزانے کی اصلاح کے لئے بھرپور کوشش کی۔ اس کے تمام ناجائز محصولات اور مصارف بند کر دیئے شاہی خاندان کے تمام وظائف بند کر دیئے۔ شاہی شکوہ و تجمل کے تمام اخراجات موقوف کر دیئے۔ بیعت کے بعد جب آپ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو شاہی اصطبل کے داروغہ

نے گھوڑوں کے اخراجات مانگے تو حکم دیا کہ سواری کے تمام جانوروں کو فروخت کر کے رقم بیت المال میں جمع کر دی جائے۔ میرے لئے میرا خچر کافی ہے۔ (تاریخ خلفاء)

۱۔ خود اپنا ذاتی سامانِ امارت لونڈی غلام فرش وفروش، لباس وعطریات وغیرہ فروخت کر کے رقم بیت المال میں جمع کرادی۔ گھر کا ایک ایک نگینہ تک قومی خزانے میں جمع کرادیا۔

۲۔ حجاج بن یوسف بیت المال کی آمدنی بڑھانے کے لئے نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کرتا تھا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اُسے بند کر دیا اور فرمان جاری کیا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان کا جزیہ ساقط کر دیا جائے۔

۳۔ اس حکم پر تنہا مصر میں اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔ حاکم مصر حبان بن شیرتح نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ اس حکم کی وجہ سے کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے ہیں کہ آمدنی گھٹ گئی اور مجھے قرض لے کر مسلمانوں کو وظائف دینے پڑے۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ جزیہ بہر حال موقوف رکھو۔ رسول اللہ ﷺ ہادی بنا کر مبعوث کئے گئے تھے۔ محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے (1)۔

۴۔ اس سلسلہ میں یہ فرمان جاری کر دیا کہ اگر جزیہ ترازو میں رکھ دیا جا چکا ہو اور ذمی اسی حالت میں بھی اسلام قبول کرے تو یا آغاز سال کے ایک دن پہلے (جبکہ پورے سال کا جزیہ عائد ہو جاتا ہے) اسلام لے آئے تو بھی جزیہ نہ لیا جائے (2)۔

۵۔ خراج کی اصلاح کے لئے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو لکھا:

''زمین کا معائنہ کرو۔ بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو۔ اگر بنجر زمینوں میں کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش خراج لو اور ان کی اصلاح کرو کہ وہ آباد ہو جائیں۔ جن آباد زمینوں میں پیداوار نہیں ہوتی ان کا خراج نہ لو جو زمینیں قحط زدہ ہو جائیں ان کے مالکوں سے نرمی سے خراج وصول کرو۔ خراج میں صرف وزن سبعہ لو۔ ٹیکسال والوں، چاندی پگھلانے والوں سے نوروز کے ہدیئے۔ عرائض نویسی، شادی، گھروں کا

1۔ سیر الصحابہ۔ جلد 7۔ بحوالہ مقریزی　　2۔ ابن سعد جلد 5 صفحہ 334

ٹیکس نہ لیا جائے۔ جو ذمی مسلمان ہو جائے اس پر ٹیکس نہیں ہے(1)۔

بیت المال کی حفاظت کا انتظام

عمر بن عبدالعزیز نے قومی خزانے کی حفاظت کا کڑا بندوبست کیا۔ آمدنی اور خرچ کا علیحدہ علیحدہ ریکارڈ تیار کروایا اور آمدنی و مصارف کی پڑتال کی جاتی تھی۔ ایک دفعہ یمن کے بیت المال کی پڑتال کے وقت ایک دینار کم پایا گیا۔ تو آپ نے یہاں کے افسر خزانہ کو لکھا کہ میں تمہاری ایمانداری پر شبہ نہیں کرتا لیکن تمہاری لاپرواہی کو جرم قرار دیتا ہوں اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے مال کا مدعی ہوں۔ تم پر فرض ہے کہ تم شرعی قسم کھاؤ(2)۔

۲۔ یزید بن مہلب کو خیانت کے جرم میں خراسان کی امارت سے معزول کر کے جیل میں ڈال دیا(3)۔

۳۔ ابوبکر بن حزم نے سلیمان کے آخری عہد میں کاغذ، قلم، دوات اور روشنی کے دفتری اخراجات کے اضافہ کے لئے لکھا تھا۔ ابھی اس کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بن گئے۔ آپ نے ابوبکر بن حزم کو لکھا:

"وہ وقت یاد کرو جب تم اندھیری رات میں بغیر روشنی کے کیچڑ میں اپنے گھر سے مسجد نبوی ﷺ میں جایا کرتے تھے۔ اور آج بخدا تمہاری حالت اس سے بہتر ہے۔ قلم باریک کرلو اور سطریں قریب قریب لکھا کرو۔ اپنی ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لیا کرو۔ میں مسلمانوں کے خزانہ سے ایسی رقم خرچ کرنا پسند نہیں کرتا جس سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ دوسرے عمال کو بھی ہدایت لکھی کہ کوئی عامل بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھے۔ خود آپ کے فرمان بالشت سے زیادہ نہ ہوتے تھے(4)۔

عبداللہ بن دینار سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے مسلمانوں کے بیت المال سے کبھی کچھ وظیفہ نہ لیا اور نہ اسے کم کیا۔ اسی پر ان کی وفات ہوگئی۔

1۔ ابن سعد، جلد 5 — 2۔ سیر الصحابہ

3۔ ابن خلدون — 4۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 378

۴۔ بیت المال کی آمدنیوں اور مصارف کی علیحدہ علیحدہ مدیں قائم کیں۔ صدقہ کی علیحدہ، خمس کی علیحدہ، مالِ غنیمت کی علیحدہ۔ سابقہ خلفاء خمس کے مصارف کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے خمس کو اس کے صحیح مصارف میں لگایا(1)۔

بیت المال کے مصارف

قومی خزانہ قوم کی امانت ہوتا ہے اور حاکم اس کا امین ہوتا ہے۔ اور اس کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے کہ وہ قوم کی امانت کا صحیح استعمال کرے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بیت المال کو مسلمانوں کی امانت بنا دیا اور اس کو ان کی ضروریات کے لئے مخصوص کر دیا۔ چنانچہ بیت المال کی آمدنی کا بڑا حصہ خالص رعایا کی بہبود اور مفاد کے کاموں میں صرف کیا جانے لگا۔ ملک کے جتنے مغرور تھے سب کے نام رجسٹر میں درج تھے۔ اور ان سب کو وظیفہ ملتا تھا۔ جو عمال اس میں ذرا سی بھی غفلت یا ترمیم کرتے تھے۔ ان کو تنبیہ کی جاتی تھی۔ دمشق کے بیت المال سے اپاہج کے وظیفہ کے تقرر کے سلسلہ میں میمون بن مہران نے کہا کہ ان لوگوں کے ساتھ سلوک تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان لوگوں کو صحیح و تندرست آدمی کے برابر وظیفہ نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے نہایت غضب آلودہ خط لکھا۔

بہتوں کو نقد کی بجائے جنس ملتی تھی اور چار اروب فی کس کے حساب سے غلہ دیا جاتا تھا۔ قرض داروں کی قرض کی ادائیگی کے لئے بھی ایک مد تھی۔ شیر خوار بچوں کے لئے وظائف مقرر تھے۔ ایک عام لنگر خانہ تھا۔ جس سے فقراء اور مساکین کو کھانا ملتا تھا(2)۔

عام مستحقین میں صدقات و خیرات تقسیم ہوتی تھی۔ ایک دفعہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو تقسیم مال کے لئے رقعہ بھیجا اس نے عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی جگہ بھیج رہے ہیں کہ جہاں میں کسی کو نہیں پہچانتا۔ ان میں امیر و غریب سب ہیں۔ فرمایا جو شخص تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اسے دو۔ اس کے علاوہ سینکڑوں قسم کے مفید مصارف میں صرف کرتے۔ ان

1۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 328   2۔ ابن سعد، جلد 5

دادودہش کا بیت المال پر بہت بار پڑتا تھا۔ بعض عمال نے اس طرف توجہ دلائی تو جواب میں لکھا کہ جب تک ہے دیتے چلے جاؤ(1)۔

ذمیوں سے حسن سلوک

کسی حکمران کے عدل و انصاف اور جور وظلم کا معیار دوسری اقوام اور مذاہب کے لوگوں کے ساتھ اس کا طرزِ عمل اور سلوک ہوتا ہے۔ اس معیار سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سراپا عدل تھے۔ انہوں نے اپنے دورِ خلافت میں ذمی رعایا کے حقوق کا جس طرح خیال رکھا ان کی حفاظت کی ان کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک روا رکھا اس کی مثال دورِ فاروقی کے سوا تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت میں ذمیوں کی جان و مال اور عزت کی حفاظت مسلمانوں کی طرح کی جاتی تھی۔ ان کے مذہب میں کسی طرح کی مداخلت نہ کی جاتی تھی۔ جزیہ کی وصولی میں نرمی برتی جاتی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمال کو وقتاً فوقتاً فرمانِ ہدایت بھیجا کرتے تھے کہ جزیہ کی وصولی میں ذمیوں پر سختی نہ کی جائے ان سے نرم سلوک روا رکھا جائے۔

۱۔ عدی بن ارطاط کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی کرو۔ ان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے اس کی کفالت کا حکم دو۔ اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اسے اس کی کفالت کا حکم دو۔ جس طرح تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے آزاد کرنا ہوگا یا اس کی کفالت کرنی ہوگی۔

۲۔ آپ کے عہدِ خلافت میں ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر تھی۔ ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے وہاں کے عامل کو لکھا کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دو چاہیں قتل کریں چاہیں معاف کر دیں۔ قاتل کو ذمیوں کے حوالے کر دیا۔ اور ذمیوں نے اسے قتل کر دیا۔

۳۔ کوئی مسلمان کسی ذمی کے مال کو بلا اس کی اجازت کے استعمال نہ کر سکتا تھا۔ اور نہ ہی اس کے مال پر دست درازی کر سکتا تھا۔ ایک بار شعبہ ڈاک کے ایک سرکاری ملازم ربیتہ

1۔ ابن سعد، جلد 5

الشوذی کا ڈاک کا گھوڑا سرکاری ڈاک لے جاتے ہوئے شام کے کسی مقام پر رک گیا تو اس نے نبطیوں کا گھوڑا بیگار میں پکڑ کر امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس خناصرہ میں ڈاک لے کر پہنچا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سوال پر انہیں جب بتایا گیا کہ نبطیوں کا گھوڑا بیگار میں پکڑ کالایا گیا ہے تو آپ نے فرمایا! میری سلطنت میں بھی تم لوگ بیگار لیتے ہو اور ربیتہ الشوذی کو اس جرم میں آپ کے حکم پر چالیس کوڑے مارے گئے(1)۔

۴۔ مال مغصوبہ کی واپسی کے وقت شاہی خاندان سے ذمیوں کی زمینیں بھی واپس دلائی گئیں۔ ایک ذمی نے دعویٰ دائر کیا کہ عباس بن ولید نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے پوچھا تم اس کا کیا جواب دیتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ولید نے جاگیر میں مجھے دے دیا ہے۔ اور میرے پاس اس کی جاگیر کی سند موجود ہے۔ ذمی نے آپ سے کہا میں کتاب اللہ کے موافق فیصلہ چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے اور ذمی کو زمین واپس دلا دی۔

۵۔ سابقہ اموی حکمرانوں نے غیر مسلم رعایا کے مذہبی حقوق بھی ختم کر دیئے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے ذمیوں کے مذہبی حقوق کو از سر نو بحال کیا۔ دمشق میں ایک گرجا عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آتا تھا۔ عیسائیوں نے عمر بن عبدالعزیز سے اس کا دعوٰی کیا۔ آپ نے واپس دلا دیا۔ ایک مسلمان نے ایک گرجے کے بارے میں دعوٰی کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اگر یہ عیسائیوں کے معاہدہ میں ہے تو تم اس کو نہیں پاسکتے(2)۔

۶۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جزیہ کی وصولی میں جس قدر بدعنوانیاں تھیں سب ختم کر دیں۔ اور جزیہ کی وصولی میں آسانیاں پیدا کیں۔ حجاج بن یوسف نے ابن اشعث کی حمایت کے الزام میں عراق کے ذمیوں کے جزیہ کی مقدار بڑھا دی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز نے گھٹا دی۔

1۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 351 — 2۔ سیر الصحابہ، جلد 7

۷۔ آپ کے زمانہ میں جزیہ کی وصولی میں ذمیوں کے ساتھ اس حد تک نرمی برتی گئی کہ بازار کے نرخ بڑھ گئے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا۔ پہلے خلفاء ذمیوں کو جزیہ کی وصولی میں ناقابلِ برداشت تکلیفیں دیتے تھے۔ اس لئے وہ جس نرخ پر بھی ہوسکتا غلہ فروخت کردیتے تھے۔ اور بازار کے نرخ گر جاتے تھے۔ اور میں ہر شخص کو اس قدر تکلیف دیتا ہوں جس کا وہ متحمل ہو سکے۔ اس لئے جو شخص جس طرح چاہتا ہے فروخت کرتا ہے(1)۔

۸۔ شاہی خاندان کے ارکان اور ذمیوں میں مساوات قائم کی ایک دفعہ ہشام بن عبدالملک نے ایک عیسائی پر مقدمہ دائر کیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے دونوں کو برابر کھڑا کیا۔ ہشام نے غرور و تمکنت میں عیسائی کے ساتھ بدکاری کی۔ آپ نے اسے ڈانٹا اور سزا دینے کی دھمکی دی(2)۔

محاصل میں اضافہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت میں ذمیوں کو جزیہ کی وصولی میں بہت سی آسانیوں اور ناجائز آمدنیوں کے سدِ باب کے باوجود بیت المال کی آمدنی میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ بعض صوبہ جات کی آمدنی حیرت انگیز حد تک بڑھ گئی۔ کہا جاتا ہے کہ عراق کی آمدنی حجاج کے عہدِ امارت سے بڑھ گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ خدا حجاج پر لعنت کرے۔ نہ اس کو دین کا سلیقہ تھا اور نہ دنیا کا۔ وہ مظالم کے باوجود عراق سے دو کروڑ اسی لاکھ سے زیادہ وصول نہ کر سکا۔ اور زمین کی آبادی کے لئے کاشتکاروں کو بیس لاکھ قرض دینے کے بعد کل ایک کروڑ ساٹھ لاکھ منافع ہوا۔ اور میرے زمانہ میں بغیر ظلم و زیادتی کے بارہ کروڑ چالیس لاکھ آمدنی ہوئی۔ اگر میں زندہ رہا تو اس آمدنی میں اور اضافہ ہوگا(3)۔

رفاہِ عامہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جس قدر اصلاحات کیں درحقیقت وہ رفاہِ عامہ کے کام ہی ہیں لیکن ان کے علاوہ بھی آپ نے رفاہِ عامہ کے لئے خصوصی اقدام کئے۔ آپ نے

1۔ ابن سعد، جلد 5 — 2۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین ندوی — 3۔ ایضاً

صوبہ جات کے عمال کو سڑکیں پل سرائیں اور لنگر خانے بنانے کے فرمان بھیجے علامہ طبری نے جلد ۷ صفحہ ۴۵ اور تاریخ کے صفحہ ۶۵۴ جلد اوّل میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ محمد بن سعد نے طبقات جلد ۵ میں صفحہ ۲۴۴ پر خصوصی رفاہِ عامہ کے کاموں کا ذکر کیا ہے۔ جن کو ذیل میں تحریر کر دیا گیا ہے:

۱۔ محمد بن قیس سے مروی ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے ہر مقام کی چنگی منسوخ کر دی اور ہر مسلمان کا جزیہ منسوخ کر دیا۔

۲۔ اسماعیل بن ابی حکیم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے حکم دیا کہ پانی کی جتنی پاؤلیاں اور کنوئیں ہیں سب کے لئے ہیں اور سب ان سے پانی لے سکتے ہیں البتہ جو بہت چھوٹے اور کم آپ ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ عمرو بن عثمان ہانی سے مروی ہے کہ میں تقسیموں میں موجود تھا جو عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کے درمیان کی تھیں۔ آپ نے پورے طور پر مساوات اختیار کی۔

۴۔ محمد بن ہلال کی روایت کے مطابق آپ نے تاجر کے سوا سب کے لئے عطا مقرر کرنے کا حکم دیا۔

۵۔ محمد بن عمر روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ مجھے میری دایہ ابوبکر بن حزم کے پاس لے کر گئیں۔ انہوں نے میرے ہاتھ پر ایک دینار رکھ دیا۔ میں بچہ تھا ۱۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ اگلے سال ہمیں ایک اور دینار دیا گیا اس طرح دو دینار ہو گئے۔ اسی سے میں نامزد کیا گیا۔

الغرض حضرت عمر بن عبدالعزیز نے چھوٹے بچوں کے لئے پیدائش سے وظائف کر دیئے معذوروں، بوڑھوں اور مریضوں کے لئے وظائف مقرر تھے۔

رعایا کی خوشحالی

مظالم کے تدارک ناجائز ٹیکسوں کی بندش ذمیوں کے ساتھ مراعات اور داد و دہش سے ملک میں ہر طرف خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ ہو گیا تھا ملک کے کسی حصے میں بھی

غربت وافلاس کا نام ونشان نہ تھا۔ مہاجر بن یزید کا بیان ہے کہ ہم لوگ صدقہ تقسیم کرتے تھے۔ ایک سال کے بعد دوسرے سال وہ لوگ جو پہلے صدقہ لیتے تھے خود دوسروں کو صدقہ دینے لگتے تھے(1)۔

عمر بن عبدالعزیز کے ڈھائی سالہ دورِ خلافت میں یہ حالت ہوگئی تھی کہ لوگ عمال کے پاس فقراء اور مساکین میں صدقہ کا مال تقسیم کرنے کے لئے لائے تھے لیکن کوئی صاحب حاجت نہ ملتا تھا اور مال واپس لے جانا پڑتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے رعایا کو اس قدر مالا مال کر دیا تھا کہ کوئی شخص حاجتمند نہ رہ گیا تھا(2)۔

آپ کے دورِ خلافت میں خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ اس کے نشہ سے لوگوں کے کبر ونخوت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ عدی بن ارطاط نے آپ کو لکھا کہ اہل بصرہ اس قدر خوشحال ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ وہ فخر وغرور نہ کرنے لگ جائیں۔ آپ نے جواباً لکھا کہ خدا جب اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا تو حکم دے گا کہ وہ الحمدللہ کہیں اس لئے تم بھی لوگوں کو حکم دو کہ وہ خدا کا شکر بجالائیں(3)۔

انسداد بادہ نوشی

اسلام میں مے نوشی حرام ہے اور اسے ام الخبائث کا نام دیا گیا ہے۔ شراب نوشی معاشرے میں برائیوں کی جڑ ہوتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مملکتِ اسلامیہ میں اس کی کشید فروخت اور کھلے عام شراب نوشی پر سخت پابندی عائد کر رکھی تھی۔ شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے مقرر کی گئی تھی۔ ہارون بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو خناصرہ میں دیکھا آپ شراب کی مشکوں کو پھاڑ ڈالنے اور شیشوں کو توڑ ڈالنے کا حکم دیتے تھے۔ ذمیوں کو شہر میں شراب لانے کی مخالفت تھی۔ عبدالمجید بن سہیل سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں خناصرہ آیا۔ ایک مکان میں

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 5، صفحہ 326 — 2۔ سیر الصحابہ بحوالہ فتح الباری، جلد 6

3۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 340

شراب نوشوں اور کمینوں کی ایک جماعت جمع تھی۔ میں نے کوتوال سے بیان کیا اور کہا کہ وہ لوگ شراب پر جمع ہیں۔ ضرور وہ شراب کی دوکان ہے پولیس آفیسر نے کہا کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا تھا۔ انہوں نے کہا جو لوگ مکانوں میں پوشیدہ ہیں انہیں چھوڑ دو۔

عبادہ بن نُسی سے مروی ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ایک شرابی کو سزا دے رہے تھے۔ انہوں نے اس کے کپڑے اتار کر اسی کوڑے مارے کہ اس کی پشت کی کھال پھٹ گئی۔ اس سے کہا کہ اگر تو دوبارہ پیئے گا تو تجھے ماروں گا تاوقتیکہ تو نیک نہ بن جائے تجھے قید میں رکھوں گا۔ اس نے شراب پینے سے توبہ کی تو آپ نے اسے چھوڑ دیا(1)۔

بدکاری کی سزا

صخر المدلجی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں ایک شخص کو ان کے پاس لایا گیا جس نے چوپائے سے بدکاری کی تھی۔ انہوں نے اسے حد نہیں لگائی بلکہ حد سے کم مارا۔

ابو سلمہ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ خناصرہ میں عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک ایسی جماعت کو لایا گیا جنہوں نے ایک ہی طہر (دو حیضوں کے درمیان کا عرصہ) میں ایک باندی سے صحبت کی تھی۔ آپ نے ان لوگوں کو دردناک سزا دی(2)۔

عرب و موالی میں مساوات: حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عربوں اور موالی (آزاد کردہ غلام) کو درق (وظیفہ) اعانت اور عطاء میں برابر کر دیا۔ انہوں نے آزاد کردہ غلام کا حصہ پچیس دینار مقرر کیا تھا۔

عمرو بن مہاجر ابی عبید سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ اگر میں لوگوں کو کسی بات پر تعدیب کرتا ہوں تو میں مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی کھڑے ہونے پر مارتا تاکہ آدمی اپنے داہنے اور بائیں والے کو برابر کر لے۔

1۔ طبقات، جلد 5، صفحہ 342   2۔ ایضاً

اخلاق کی اصلاح

عرب وعجم کے ملاپ سے لوگوں کے اخلاق پر عجم کے بُرے اثرات مرتب ہو چکے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کی اخلاقی نگہداشت بھی فرمائی۔

نوحہ کی ممانعت

اہل عجم کے اثر سے مسلمانوں میں اسلام کی تعلیمات کے خلاف بہت سی عادات رسوم لہب ولعب کی تفریحات اور عیش وتنعم کے لوازم پیدا ہو گئے تھے۔ آپ نے اسے سختی سے روکا۔ ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان لہب ولعب میں مشغول ہو گئے ہیں۔ اور خواتین بال بکھیرے جنازہ کے ساتھ نوحہ کرتی ہیں۔ آپ نے تمام عمال کو فرمان بھیجا کہ سفہا کی عورتیں زمانہ جاہلیت کی طرح موت کے وقت بال کھولے نوحہ کرتی ہیں اس نوحہ پر قدغن لگا دو اہل عجم چند چیزوں سے جنہیں شیطان نے ان کی نگاہ میں محبوب کر دیا تھا دل بہلاتے تھے۔ مسلمانوں کو اس لہب ولعب اور راگ باجے سے روکو۔ جو نہ مانے اسے اعتدال کے ساتھ سزا دو۔

خواتین کو حماموں میں غسل کی ممانعت

اہل عجم کے اثر سے حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا۔ ان حماموں میں مرد اور عورتیں بے باکانہ غسل کرتے تھے اور شرم وحیا کا مسئلہ پیدا کر دیا تھا۔ آپ نے عورتوں کو حماموں میں جانے سے روک دیا اور مردوں کو حکم دیا کہ وہ حمام میں تہبند باندھ کر غسل کریں۔ خلاف ورزی کے مرتکب کو سخت سزا دی جاتی تھی۔

حمام کی دیواروں پر خلافِ شریعت تصاویر ہوتی تھیں جن کو آپ نے خود اپنے ہاتھوں سے مٹا دیا اور فرمایا اگر مصور کا نام معلوم ہوتا تو میں اس کو سزا دیتا (1)۔

1۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 335

بال کٹوانے کا حکم

اسلام میں مردوں کو بال سنوارنے پر پابندی نہیں بلکہ بال سنوارنا مسنون ہے۔لیکن اس زمانے میں بعض نوجوان پٹیاں جماتے تھے۔آپ نے پولیس کو حکم دیا کہ جمعہ کے روز مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو جایا کرے اور جو شخص پٹیاں جمائے گزرے اس کے بال کاٹ دے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں میں مذہبی روح زندہ ہو گئی۔علامہ طبری کا بیان ہے کہ ولید کو عمارتوں کا شوق تھا اس لئے اس زمانہ کا عام مذاق یہی ہو گیا تھا۔سلیمان کو عورتوں اور نکاح سے دلچسپی تھی۔اس لئے اس کے زمانے میں اس کا چرچا تھا اور عمر بن عبدالعزیز کے عہدِ خلافت میں مذہب عبادت اور اس کی تفصیلات موضوع بن گئی۔

مساوات کا درس

حضرت عمر بن عبدالعزیز امتیازات کے خلاف تھے۔آپ نے ابوبکر بن محمد حزم کے نام فرمان بھیجا کہ "تم اپنے گھر میں اجلاس کرنے سے بچنا۔لوگوں کے سامنے مجلسِ عام میں بیٹھ کر خوش منظری کے ساتھ صلح کرانا۔تمہارے نزدیک دوسرے پر ترجیح نہ ہو۔یہ ہرگز نہ کہنا کہ لوگ امیر المومنین کے اعزہ ہیں کیونکہ آج میرے نزدیک امیر المؤمنین کے اعزہ اور دوسرے لوگ برابر ہیں۔ بلکہ مجھے امیر امومنین کے متعلق یہ گمان کرنے کا حق ہے کہ ان سے جو جھگڑتا ہے وہ ان پر زبردستی کرتے ہیں۔جب تمہیں کوئی امر دشوار پیش ہو تو مجھے لکھنا(1)۔

بدعت کا استیصال

حزم بن ابی حزم سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی ایک تقریر میں کہا کہ وہ بدعت جسے اللہ میرے ہاتھ پر میرے گوشت کے ٹکڑے کے عوض مردہ کر دے اور ہر وہ سنت جسے اللہ میرے ہاتھ پر قائم کر دے خواہ اس کا انجام میری جان پر ہو میرے لئے یہ

1۔طبقات،جلد 5،صفحہ 322

آسان ہے۔

حمادی بن ابی سلمان سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجدِ دمشق میں کھڑے ہو کر با آواز بلند اعلان کیا کہ اللہ کی نافرمانی میں میری اطاعت واجب نہیں(1)۔

مظلوم کی دادرسی

سیار سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ اپنے اپنے شہروں میں چلے جاؤ میں تم کو تمہارے شہر میں یاد رکھوں گا اور یہاں ہونے پر تمہیں بھول جاؤں گا۔ البتہ اگر کسی شخص پر کوئی عامل ظلم کرے تو وہ بنا میری اجازت میرے پاس آجائے۔

مرتد کی سزا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ دین میں ہر نئی بات اور اختراعات کے خلاف تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مرتد سے تین دن تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اڑا دی جائے۔ آپؒ نے فرمایا کہ سزا دینے کا اختیار سلطان کو ہے۔

قیدی عورت سے نکاح کی ممانعت

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیدی عورت سے جب تک وہ قید ہے ہرگز نکاح نہ کیا جائے۔ سلیمان بن حبیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ قیدی اپنے مال میں جو تصرف کرے اسے جائز رکھو۔

مسلم اور ذمی جاسوسوں کی سزا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ملک روم میں ان کے پاس دو جاسوسوں کو لایا گیا جن میں ایک مسلم اور دوسرا ذمی تھا۔ انہوں نے ذمی کو قتل کر دیا اور مسلمان کو سزا دی۔

1۔ طبقات، جلد 5، صفحہ 322

قیدیوں کی رہائی

آپ نے غیر مسلموں کی قید سے اپنے ملک کے مرد عورتیں مسلم وذمی قیدی رہا کرانے کے لئے بھی اقدام کئے ربیعہ بن عطاء سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک فرمان لکھ کر مجھے دیا اور مال بھی عدن بھیجا تاکہ میں مرد وعورت اور غلام وذمی کا فدیہ ادا کر دوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مسلمان کے عوض فدیے میں دس رومی کافر دیئے اور ایک مسلمان کو لے لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے مسلمہ بن عبدالملک نے ایک قیدی گرفتار کر کے ان کے پاس بھیجا۔ قیدی کے ورثا نے ان کو سو مثقال سونا بطور فدیہ دینے کہ پیشکش کی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کر دیا اور مثقال سونا لے لیا۔

ربیعہ بن عطاء سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جب خلیفہ تھے تو آپ قیدیوں کو قتل کرنا ناپسند کرتے تھے۔ وہ ان کو غلام بنا لیتے تھا یا آزاد کر دیتے تھے۔

چور اور زانی کی سزا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص دار الحرب سے چوری کر کے وہاں سے نکل آئے گا تو بھی اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ یزید بن ابی سمیہ سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھا انہوں نے ایک شخص کو جس نے دار الحرب میں کسی پر (زنا کی) تہمت لگائی تھی جب وہ لوگ وہاں سے نکلے تو اُسی کوڑے مارنے کی حد لگائی۔

غلاموں اور قیدیوں سے حسن سلوک

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو مدنظر رکھتے ہوئے غلاموں اور قیدیوں کے لئے بھی اصلاحات کیں اور ان کے حقوق کے لئے فرمان جاری کئے۔ طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳۳۴ اور ۳۵۴ پر تحریر ہے کہ معمر نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا:

''امابعد جولوگ تمہارے قیدخانوں اور تمہارے ملک میں ہوں ان کے متعلق نیکی کی وصیت قبول کرو۔ تاکہ تم انہیں ہلاکت تک نہ پہنچادو ان کے لیے مناسب روٹی اور آرام کا انتظام کرو''۔

موسیٰ بن عبیدہ سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ قیدیوں کی بابت غور کیا جائے اور خطرناک لوگوں سے ضمانت لی جائے۔ ان لوگوں کی گرمی اور سردی کی خوراک کے لئے بھی لکھا۔ موسیٰ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ہمارے پاس ان لوگوں کو ہر ماہ خوراک دی جاتی تھی ایک جوڑا کپڑوں کا گرمی کے موسم اور ایک جوڑا سردی کے موسم کے لئے دیا جاتا تھا۔ یحییٰ بن سعید مولائے مہری سے روایت ہے کہ آپ نے امراءِ لشکر کو تاکیدی ہدایات بھیجیں کہ قیدیوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ ایسے لوگ جن کے ذمہ حق ہو ان کو قید میں نہ رکھا جائے جب تک کہ وہ حق ثابت نہ ہو جائے۔ اگر کسی کا معاملہ دشوار ہو تو مجھے لکھا جائے۔ خطرناک لوگوں سے ضمانت لو کیوں کہ قید ان کے لئے عذاب ہے۔ سزا میں حد سے نہ بڑھو۔ جب تم کسی قوم کو قرض میں قید کرو تو ان کو اور بدمعاش (خطرناک) لوگوں کو ایک کوٹھری میں ایک ہی قید خانے میں جمع نہ کرو۔ عورتوں کے لئے علیحدہ قید خانہ بناؤ۔ جس شخص کو قید خانے کا داروغہ بناؤ سوچ سمجھ کر بناؤ۔ وہ شخص قابلِ اعتماد ہو۔ وہ رشوت نہ لیتا ہو کیوں کہ جو رشوت لیتا ہے وہ وہی کرتا ہے جو اس کو رشوت دینے والے کی طرف سے کہا جاتا ہے۔

عبداللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ آپ نے ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ ہر ہفتہ قیدیوں کا معائنہ کیا جائے۔ اور بدمعاش لوگوں سے ضمانت لی جائے۔ حجاج سے مروی ہے کہ آپ نے عبدالحمید کو لکھا کہ خطرناک لوگوں کو قید خانے کا پابند کریں۔ سردیوں میں ایک لبادہ اور گرمیوں میں دو چادریں انہیں اوڑھائیں وغیرہ وغیرہ جوان لوگوں کے لئے مناسب تھا۔

ابوبکر بن عمرو بن حزم سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مجھے لکھا کہ بدمعاشوں اور خونیوں کو بیڑی میں جکڑ دو۔ میں نے لکھ کر دریافت کیا کہ ان کو کیسی بیڑی ڈالی جائے۔ عمر نے لکھا کہ بیشک اگر اللہ چاہے گا تو انہیں بیڑی سے زیادہ سخت چیز میں مبتلا

کرے گا۔ ان کے ایسی بیڑی ڈالی جائے کہ جب وہ عذر کی حالت میں ہو تو اس پر بیڑی آسان ہو۔

صدقہ (فطرانہ) دینے کی تلقین

عمرو بن عثمان بن ہانی سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اپنے دورِ خلافت میں خناصرہ میں جمعہ کے روز عیدالفطر سے ایک دن پہلے خطبہ پڑھا۔ انہوں نے صدقے کا ذکر کیا اور لوگوں کو اس پر ابھارا اور فرمایا کہ ہر انسان پر ایک صاع کھجور اور دو مد گیہوں کا دینا ضروری ہے۔ جس کا صدقہ نہیں اس کی نماز بھی نہیں۔ عیدالفطر کے روز انہوں نے اُسے تقسیم کیا۔ انہیں آٹے اور ستو کے دو دو مد دیئے جاتے تھے اور وہ اسے قبول کر لیتے تھے۔

پلوں اور شاہراہوں پر زکوٰۃ منسوخ

جعفر بن برقان سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ میں نے خیال کیا تھا کہ اگر پلوں اور گزرگاہوں پر عامل مقرر کر دیئے جائیں گے تو وہ قاعدے کے مطابق زکوٰۃ لیں گے۔ مگر بدعاملوں نے حکم کی خلاف ورزی کر کے ظلم کیا۔ میری رائے ہے کہ ہر شہر میں ایک شخص مقرر کر دوں جو ہر صاحب زکوٰۃ سے زکوٰۃ لے۔ اور پلوں اور گزرگاہوں سے زکوٰۃ نہ لی جائے۔

گستاخِ رسول کی سزا

آپ کے عہدِ خلافت میں گستاخِ رسول کی سزا قتل مقرر تھی۔ سہیل بن ابی صالح سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیز نے کہا کہ سوائے نبی کریم کو گالی دینے کے اور کسی کو گالی دینے میں کوئی قتل نہ کیا جائے گا۔

مثلہ کی ممانعت

آپ کے عہدِ خلافت میں مثلہ کی سخت ممانعت تھی آپ نے اپنے ایک عامل کو لکھا کہ خبردار! مجھے مثلہ کی اطلاع نہ ہونے پائے۔ سر اور داڑھی کا منڈوانا بھی مثلہ ہے۔

عوام سے حسنِ سلوک کا حکم

حضرت عمر ثانی عوام پر دشواری اور سختی کو ناپسند فرماتے تھے۔ میمون بیان کرتے ہیں کہ میں دمشق کا دیوان تھا۔ لوگوں نے ایک اپاہج شخص کے لئے وظیفہ مقرر کیا۔ میں نے کہا کہ اپاہج کے ساتھ احسان کرنا مناسب ہے مگر وہ تندرست کے برابر وظیفہ لے تو مناسب نہیں۔ ان لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری شکایت کی اور کہا کہ یہ شخص ہمیں دشواری میں ڈالتا ہے ہم پر گراں ہے اور ہمارے ساتھ سختی کرتا ہے۔ آپ نے مجھے لکھ بھیجا کہ لوگوں کو دشواری میں نہ ڈالو ان کے ساتھ سختی نہ کرنا اور نہ ان پر گراں ہونا کیونکہ میں ان امور کو پسند نہیں کرتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا احترام

آپ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے احترام کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ محمد بن النضر سے مروی ہے کہ لوگوں نے آپ کے پاس اصحابِ رسول رضوان اللہ کے اختلاف کا ذکر کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ ایک ایسا امر ہے جس کو اللہ نے تم لوگوں کے ہاتھوں سے باہر کر دیا۔ لہٰذا اپنی زبانوں کو بھی کام میں نہ لاؤ (1)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متنازعہ اور اختلافی مسائل پر بحث کرنا ناپسند کرتے تھے۔ خالد بن یزید بن بشر نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جنگ جمل وصفین کو اور ان واقعات کو جو ان کے درمیان ہوئے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ وہ خون ہیں جس سے اللہ نے میر ہاتھ روک دیا۔ میں ناپسند کرتا ہوں کہ اپنی زبان کو اس میں آلود کروں (2)۔

زمین پر بسم اللہ لکھنے کی ممانعت

محمد بن الزبیر حنظلی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

1۔ طبقات، جلد 5، صفحہ 359   2۔ ایضاً

نے ایک شخص کو زمین پر بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھتے دیکھا تو اسے منع کر دیا اور کہا کہ دوبارہ نہ لکھنا(1)۔

پند ونصائح

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسا اوقات لوگوں کی اصلاح کے لئے انہیں مفید مشوروں اور پند ونصائح سے نوازتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا:

''جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کوئی ایسا مفید مشورہ دیا جو اس کے دینی ودنیاوی معاملات میں مفید ثابت ہو تو اس نے اپنی اسلامی اخوت کے حق کو ادا کر دیا۔ اللہ سے ڈرو یہ تمہارے ایمان کی بہتری کے لئے ایک مفید مشورہ ہے۔ اس پر عمل پیرا ہو اور ایک ایسی نصیحت ہے جو انجام میں تمہیں ساحل نجات تک پہنچانے والی ہے''۔

ہر شخص کے لئے رزق کی ایک خاص مقدار مقرر ہو چکی ہے جس کا جتنا مقسوم ہے وہ ضرور اسے مل کر رہے گا۔ اس لئے طلب رزق میں کوئی بدنما بات یا کوشش نہ کرنا۔ قناعت خود ایک بہت بڑی دولت ہے جسے یہ میسر ہو اسے کسی اور شے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں دنیا سے ایک دن ضرور کوچ کرنا ہے۔ سامنے دوزخ ہے۔ جو شے سامنے مٹنے والی ہے۔ جو چیز فنا ہو گئی گویا اس کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔ ہم سب جلد مرنے والے ہیں۔ مرنے والے کی حالت تو تم خود دیکھ چکے ہو کہ جب حالتِ نزع کی تکلیف سے نجات ملتی ہے اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں اللہ اس پر رحمت کرے۔ مصیبت سے نجات دے۔ پھر فوراً اسے گھر لے جاتے ہیں اور خود بھی دولت پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اس کی تقسیم شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد نہ اس کی صورت نظر آتی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ذکر ذکار کرتا ہے۔ اب اس کا دروازہ اربابِ غرض سے خالی دکھائی دیتا ہے۔ گویا کبھی اس کے اپنے دوستوں سے تعلقات ہی نہ تھے۔ اور کبھی وہ آبادیوں میں رہا بسا ہی نہ تھا۔ اس لئے اس دن کے خطرات سے ڈرتے رہو جس روز چھوٹی سی چھوٹی بات بھی میزان میں کچھ نہ کچھ وزن

1۔ طبقات، جلد 5، صفحہ 359

رکھتی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے جو شخص بغیر علم کے کوئی کام کرتا ہے اس کام میں بھلائی کم اور برائی زیادہ ہوتی ہے اور جو شخص کہتا ہے اور پھر عمل سے اپنے کہے کی تائید نہیں کرتا اس کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں خوشی کی مقدار بہت تھوڑی ہے اور مومن کی جائے بازگشت صبر ہے۔ اگر اللہ نے کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائی اور پھر اسے واپس لے لیا اور اس کے معاوضہ میں اسے صبر دے دیا یہ صبر اس سے بہتر معاوضہ ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا یُوَفِّی الصَّابِرُوْن اجرھم بِغَیْرِ حِسَاب

''صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا معاوضہ بے حساب دیا جاتا ہے''۔(1)

آپ نے عبدالرحمٰن بن نعیم والیٔ خراسان کو لکھا کہ کسی ایسے گرجا گھر یا یہودیوں کی خانقاہ یا آتشکدہ کو گرایا نہ جائے جس کے قائم رکھے جانے کا معاہدہ صلح میں وعدہ کیا گیا ہو۔ مگر نئے معاہدہ نہ بنانے دینا۔

بکریاں آگے سے کھینچ کر مذبح خانے میں نہ لے جائیں اور کوئی شخص ذبح ہونے والے جانور کے سر پر چھری تیز نہ کرے۔

اور بغیر کسی شرعی عذر کے دو وقت کی نماز ایک وقت میں ادا نہ کرنا(2)۔

احیائے سنت اور مذہبی خدمات

اگرچہ تمام اصلاحات جن کا تذکرہ قبل ازیں کیا جا چکا ہے۔ اس کے پسِ منظر میں مذہبی جذبہ اور روح کارفرما تھی اور یہ تمام اصلاحات مذہبی خدمات کے دائرہ میں داخل ہیں تاہم ان کے علاوہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت ہی خالص مذہبی خدمات سرانجام دیں اور شریعتِ اسلامی میں بنوامیہ کے خلفاء کی غفلت شعاری سے مردہ ہو چکی تھی دوبارہ جان ڈالی۔ اموی خلفاء کے زمانہ میں کوئی چیز جادۂ شریعت پر نہ رہ گئی تھی آپ

1۔تاریخ طبری، جلد 7، صفحہ 50   2۔ایضاً، صفحہ 59

نے پھر سب کو صراطِ مستقیم پر لگا دیا۔ عمال کے نام جو فرمان جاتے تھے ان سب میں احیائے شریعت اور استیصالِ بدعات کی تاکید ہوتی تھی۔ ابو ملیح سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد العزیز کے فرمان احیائے سنت اور بدعت کو مٹانے کے لئے آئے (1)۔

عدی بن ارطاط کو لکھا کہ ایمان چند احکام اور سنن کا نام ہے۔ جس نے ان اجزاء کی تکمیل کی اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ اور جس نے ان کی تکمیل نہیں کی اس نے ایمان کی تکمیل نہیں کی۔ اگر میں زندہ رہا تو ان تمام اجزاء کو تمہارے سامنے واضح کروں گا۔ اور اگر مر گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں ہے (2)۔

عقائد و عبادات اور اخلاق میں جو تغیر آ چکا تھا۔ اسے پوری قوت کے ساتھ روکا۔ معبد جہنی اور غیلان دمشقی نے قضاء و قدر کا متنازعہ اور پیچیدہ مسئلہ چھیڑ دیا تھا جس سے لوگوں کے عقائد و نظریات پر بڑا اثر پڑ رہا تھا۔ آپ نے اس سے توبہ کرائی (3)۔

محدثین اور فقہا کو لکھا کہ وہ ان خیالات کو قبول نہ کریں (4)۔

اکثر اموی خلفاء خصوصاً حجاج بن یوسف نماز وقت پر ادا نہیں کرتا تھا اور غفلت کا ارتکاب کرتے ہوئے نماز تاخیر سے پڑھتا تھا۔ آپ نے تمام عمال کے نام فرمان جاری کیا کہ نماز کے وقت تمام کاروبار چھوڑ دیا کرو۔ جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے فرائض کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا (5)۔

حجاج کے زمانہ میں زکوٰۃ کا نظام خراب ہو گیا تھا۔ آپ نے عمال کے نام فرمان جاری کیا کہ زکوٰۃ کے معاملہ میں حجاج کے طرزِ عمل سے بچیں۔ عدی بن ارطاط کو لکھا کہ میں تم کو زکوٰۃ کے معاملے میں حجاج کی روش سے روکتا ہوں۔ وہ اس کو غیر محل سے لیتا تھا اور بے محل صرف کرتا تھا۔ آپ خطوط میں صدقات اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

1۔ طبقات، جلد 5، صفحہ 353

2۔ بخاری شریف کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی الخمس

3۔ تاریخ الخلفاء　　4 طبقات، جلد 5　　5۔ تاریخ اسلام از شاہ معین الدین احمد ندوی

مذہبی تعلیم کی اشاعت

فروغِ شریعت کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا۔ قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ لوگوں کو چاہیے علمِ شریعت کی اشاعت کریں، حلقہ درس میں بیٹھیں تاکہ لوگوں کو معرفت ہو اور وہ علم سیکھ لیں۔ ایک عامل کو لکھا کہ وہ مساجد میں علم شریعت کی اشاعت کریں۔ کیونکہ سنت مردہ ہو چکی ہے۔

جو لوگ اشاعت دین کے کام میں مصروف تھے ان کے وظائف مقرر کر کے انہیں فکرِ معاش سے بے نیاز کر دیا۔ حمص کے گورنر کو لکھا کہ جو لوگ دنیا سے بے نیاز ہو کر علم فقہ کی اشاعت میں مصروف ہیں ان کا بیت المال سے سو سو دینار وظیفہ مقرر کر دیا جائے تاکہ وہ اس مشن کو جاری رکھ سکیں۔ علماء اور طلباء کے وظیفے مقرر تھے۔

دور دراز ممالک میں اشاعت دین کے لئے علماء کے وفد بھیجے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام نافع جو نامور عالم تھے، کو علم حدیث کی اشاعت کے لئے مصر بھیجا۔ قاری جعثل بن عامان کو قرأت کی تعلیم کی اشاعت کے لئے مصر اور مغرب بھیجا۔ یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یمجد الاشعری کو بدوؤں کی تعلیم پر مامور کیا(1)۔

دیگر علاقوں میں علماء کے وفود بھیجے۔ تبت کے وفد کے ساتھ ان کی درخواست پر سیط بن عبداللہ حنفی کو اہلِ چین کو دینی تعلیم سکھانے کے لئے بھیجا۔

اشاعتِ اسلام

آپ نے اپنے دورِ خلافت میں حدود سلطنت کو وسعت دینے کی بجائے اشاعتِ اسلام پر خصوصی توجہ دی اور اس مقصد کے لئے تمام وسائل اور ذرائع وقف کر دیئے۔

سردارانِ لشکر کو ہدایت تھی کہ رومیوں کی کسی جماعت یا گروہ سے جنگ سے پہلے ان کو اسلام پیش کیا جائے۔ ان سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک ان کو دعوتِ اسلام نہ دے لو۔

1۔ حسن المحاضرہ از علامہ جلال الدین سیوطی

تمام عمال کے نام فرمان بھیجے کہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دو جو ذمی اسلام قبول کر لے اس کا جزیہ معاف کر دو۔ اس طرح ذمیوں کی بہت بڑی تعداد دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ صرف خراسان میں جراح بن عبداللہ الحکمی (والئی خراسان) کے ہاتھوں پر چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے۔

اسماعیل بن عبداللہ والئی مغرب (مغرب اقصیٰ) کی تبلیغ پر سارے مغرب میں اسلام پھیل گیا۔ اس دور میں اس قدر ذمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی اور بعض والیوں نے آمدنی گھٹ جانے کی شکایت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کی۔ آپ نے ان عمال کو لکھا کہ حضور اکرم ﷺ ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تحصیل دار بنا کر نہیں بھیجے تھے۔ اور بعض کو لکھا کہ "میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے ذمی مسلمان ہو جائیں اور ہماری تمہاری حیثیت ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھوں سے کمائیں کھائیں" (1)۔

بعض عمال نے تجویز پیش کی کہ ذمی جزیہ کے خوف سے مسلمان ہوتے ہیں۔ لہٰذا آزمائش کے طور پر ان کے ختنے کرائے جائیں۔ آپ نے لکھا کہ حضور اکرم ﷺ ہادی و رہنما بنا کر مبعوث کئے گئے تھے خاتن بنا کر نہیں بھیجے تھے (2)۔ اس طرح آپ کی توجہ اور دین سے محبت ولگن سے دنیا کے ایک بڑے حصے میں کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے۔

خلافت کو جمہوریت میں بدلنے کی خواہش

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کی جگہ حقیقی جمہوری نظام برپا کرنا چاہتے تھے۔ اگر چہ وہ اس مقصد میں کافی حد تک کامیاب ہوئے لیکن مستقل تغیر ان کے لئے ناممکن تھا۔ کیونکہ موروثی بادشاہت شاہی خاندان میں پختہ طور پر جڑ پکڑ چکی تھی اور عوام الناس بھی اس کے خوگر ہو چکے تھے۔ اس کا ذکر انہوں نے اکثر مواقع پر کیا۔

ایک دفعہ جب آلِ مروان آپ کی عادلانہ روش سے تنگ آ کر آپ کے پاس جمع ہوئے اور آپ سے احتجاجاً کہا کہ سابقہ خلفاء جو کچھ ہمارے ساتھ کرتے تھے۔ وہ سب آپ

1۔ سیر الصحابہ بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز　　2۔ ابن سعد

نے ختم کر دیا۔ آپ نے فرمایا: " آئندہ تم نے میرے سامنے اس قسم کی باتیں کیں تو اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ چلا جاؤں گا۔ وہاں پہنچ کر معاملہ مجلسِ شوریٰ کے سپرد کر دوں گا۔ میں صاحبِ شوریٰ اُعَیمش (قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق) کو پہچانتا ہوں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات کے وقت کہا کہ اگر حکومت میں میرا کچھ بھی (اختیار) ہوتا تو میں قاسم بن محمد بن ابی بکر سے تجاوز نہ کرتا یعنی انہیں والی بناتا(1)۔

بادشاہت کے امتیازات کا خاتمہ

اگر آپ سے ممکن ہوتا تو آپ ضرور ایسا کر گزرتے لیکن سلیمان بن عبدالملک نے آپ کے بعد یزید بن عبدالملک کو نامزد کر دیا تھا۔ اس لئے یہ انقلاب آگے نہ بڑھ سکا۔ تاہم جو ہو سکا آپ نے کیا۔ آپ نے بادشاہت کا زور توڑنے اور اس کے مفاسلہ کے نشان مٹانے کی پوری کوشش کی اور ہر شعبہ سے ملوکیت کے اثرات کو زائل کر دیا۔

اموی حکمرانوں کے جلو میں نقیب و علمبردار اور محافظ چلتے تھے۔ نماز کے بعد ان پر درود و سلام پڑھا جاتا تھا۔ خطبہ دینے کے لئے ان کے لئے مسجد میں مقصورے بنے ہوتے تھے۔ آپ نے تمام شاہی امتیازات مٹا دیئے۔ بیعتِ خلافت کے بعد جب کوتوال نے نیزہ لے کر حسبِ دستور آپ کے ساتھ چلنا چاہا تو آپ نے اسے روک دیا۔ اور فرمایا میں مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔

اسلام کے متعلق ہدایت فرمائی کہ عام طریقہ سے سلام کیا جائے عمال کے نام فرمان بھیجا کہ پیشہ ور علماء اور واعظ خلفاء پر درود و سلام بھیجتے ہیں انہیں روک دو اور حکم دو کہ وہ عام مسلمان کے لئے دعا کریں باقی چھوڑ دیں۔ مخصوص میرے لئے کوئی دعا نہ کریں بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کریں اگر میں ان میں ہوں تو میں بھی شامل ہو جاؤں گا(2)۔

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 5، صفحہ 323 — 2۔ سیر الصحابہ، جلد 7، صفحہ 372

فتوحات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصی توجہ ملک وملت کی اصلاح، فلاح وبہبود اور اشاعت اسلام پر مرکوز رہی۔ حکمران عموماً فوجی سرگرمیوں مہمات اور فتوحات کو مقدم تصور کرتے ہیں لیکن آپ کی روش عام حکمرانوں کے نکتۂ نظر سے مختلف تھی۔ آپ کے دورِ خلافت میں یہ سرگرمیاں آخری درجہ پر نظر آتی ہیں۔ سندھ اور اسپین میں معمولی فتوحات کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے جس کا سلسلہ پہلے سے ہی جاری تھا۔ آپ کے دورِ خلافت میں کوئی قابلِ ذکر مہم جوئی اور فتوحات کا ثبوت نہیں ملتا۔

خوارج اور خونریزی کا خاتمہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوعِ بشر کی اصلاح وفلاح تعمیرِ ملک وملت، جذبہ اسلام سے سرشار اور امن وامان کے قائل حکمران تھے۔ آپ کو فتنہ وفساد، قتل وخون ریزی اور ظلم وتعدی سے سخت نفرت تھی۔ آپ ساری دنیا کے لئے خیر کثیر کے داعی اور مبلغ تھے۔ امن وآشتی آپ کا اولین مطمع نظر تھا۔

مسلمانوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت سے اس وقت تک باہمی جنگ وجدل جاری تھا۔ اور اسلامی تاریخ کے اوراق مسلمانوں کے خون سے رنگین تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فتنے کو روکنے کے لئے ایسی روش اختیار کی کہ سرکش اور فتنہ جو اسلامی فرقوں کے خلاف بھی تلوار نہ اٹھائی۔

جنگِ صفین میں خوارج کا ایک نیا فرقہ پیدا ہوا جو امن ناآشنا لوگوں کا گروہ تھا۔ ان کا وجود ہمیشہ امن عامہ کے لئے خطرہ بنا ہوا تھا۔ کسی کی جان ومال اور عزت ان سے محفوظ نہ تھی۔ گذشتہ خلفاء کے ادوار میں حکومت اور ان کے مابین مقابلہ جاری رہا۔ آپ نے ان کے مقابلہ میں بھی تلوار روک لی۔ عبدالحمید والئی کوفہ جو پہلے سے ہی خوارج کے مقابلے پر مامور تھے کو لکھا کہ جب تک خوارج خون ریزی اور فتنہ وفساد برپا نہ کریں ان سے کوئی تعرض

نہ کیا جائے اور ان کی شورش کے سدِ باب کے لئے کسی دور اندیش آدمی کو مامور کیا جائے۔ عبدالحمید کو یہ خط لکھنے کے علاوہ آپ نے خوارج کو افہام و تفہیم کے ذریعے شورش انگیزی سے روکنے کی کوشش کی۔ اور خوارج کے سردار بسطام کو لکھا کہ بہتر یہ ہے کہ تم میرے پاس آ کر بحث و مناظرہ کر لو اگر ہم لوگ حق پر ہیں تو تم لوگ عام لوگوں کی طرح مطیع ہو جاؤ اور اگر تم لوگ حق پر ہوئے تو ہم اپنے متعلق غور کریں گے۔

بسطام نے آپ کی اس تجویز کو سراہا اور انصاف پر مبنی قرار دیا۔ بسطام نے ایک وفد عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس مقصد کے لئے روانہ کیا۔ طرفین کے مابین بحث ہوئی (1)۔

آپ نے خوارج کے نمائندوں کی ایک ایک بات کا کافی وشافی جواب دیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔ آخر میں خوارج کے نمائندوں نے کہا کہ اپنے بعد یزید بن عبدالملک کی ولی عہدی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو آپ نے جواب دیا میں نے اسے ولی عہد مقرر نہیں کیا۔ بسطام کے نمائندوں نے کہا۔ "اگر آپ اسے امتِ محمدیہ کی امانت کا اہل نہیں سمجھتے تو اس کا اعلان کیوں نہیں کر دیتے؟

آپ نے ان سے تین دن کی مہلت مانگی۔ کہا جاتا ہے کہ بنو امیہ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ حکومت سے ان کے خاندان کو محروم نہ کر دیں۔ انہوں نے آپ کو کھانے میں زہر دے دیا اور تین دن گزرنے سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہو گیا (2)۔

اس واقعہ کو طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳۴۵ اور تاریخ طبری جلد ۷ صفحہ ۳۳ پر تقریباً انہیں الفاظ میں بیان کیا ہے۔ البتہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ خوارج نے عراق میں بغاوت کی۔ باغیوں کا سرغنہ شوذب الیشکری المعروف بسطام تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم پر والئی عراق عبدالحمید بن عبدالرحمٰن نے ایک لشکر ان کے خلاف بھیجا جسے خوارج نے شکست دی ایک اور لشکر مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں بھیجا گیا۔ جس نے خوارج کو

1۔ تاریخ طبری، جلد 7، صفحہ 33   2۔ البدایہ والنہایہ، جلد 9

شکست دی۔ منذر بن عبید سے مروی ہے کہ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید کے نام حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان آیا کہ جن خوارج کو گرفتار کریں انہیں قید کر دینا یہاں تک کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حالت میں انتقال کیا کہ ان کی قید میں خوارج کی ایک جماعت تھی۔ سیر الصحابہ جلد ۷ صفحہ ۱۷۲ پر لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوارج کے دو رکنی وفد کے ساتھ طویل بحث ہوئی۔ آپ نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ باز نہ آئے مجبوراً آپ نے عبدالحمید کو ان کے خلاف جنگ کا حکم ان شرائط کے ساتھ دیا:

۱۔ عورت، بچے اور قیدی قتل نہ کئے جائیں اور زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

۲۔ فتح کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ آئے وہ ان کے اہل وعیال کو واپس کر دیا جائے۔

۳۔ قیدی اس وقت تک قید میں رہیں جب تک راہِ راست پر نہ آ جائیں۔

ان شرائط کے ساتھ عبدالحمید نے ان پر حملہ کر دیا لیکن شکست کھائی بعد میں مسلمہ بن عبدالملک نے ان پر حملہ کیا اور غالب آئے۔

بہر حال حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں خوارج نے کوئی قابلِ ذکر قتال وجدال اور جنگ نہ کی اور مجموعی طور پر آپ کا دورِ حکومت پُر امن رہا اور سابقہ ادوار کی نسبت خوارج خون ریزی اور فتنہ وفساد سے باز رہے۔

مؤذنوں کی تنخواہیں

طبقات ابن سعد میں جلد ۵ صفحہ ۳۴۵ پر کثیر بن زید سے مروی ہے کہ میں خناصرہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور دیکھا کہ آپ مؤذنوں کو بیت المال سے تنخواہ دیتے تھے۔

آخری خطبہ

عبداللہ بن واقد سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں جو خطبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھا وہ یہ تھا کہ اللہ کی حمد وثناء کی اور کہا! اے لوگو! اپنے شہروں کو واپس

جاؤ کیونکہ میں تم کو تمہارے شہروں میں یاد رکھوں گا اور اپنے پاس رہنے میں بھول جاؤں گا سوائے اس کے کہ میں نے آپ پر لوگوں عامل بنایا ہے میں نہیں کہتا کہ وہ تم میں بہتر ہیں لیکن وہ ان میں سے بہتر ہیں جو ان میں بدتر ہیں۔ اگر کوئی عامل کسی کا حق تلف کرے تو اسے میرے پاس آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں واللہ اگر میں اس مال کو اپنی ذات اور اپنے اعزہ سے روکوں اور لوگوں کو دینے میں بخل کروں تو وقت میں بڑا بخیل ہوں گا۔ واللہ اگر میں سنت کو قائم نہ کروں یا حق کی سیرت اختیار نہ کروں تو مجھے اتنی دیر بھی جینا پسند نہیں جتنی دیر ایک تھن دودھ کے دوسرے تھن کے دوہنے میں لگتی ہے(1)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تاریخی خطبہ

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام خناصرہ پر اپنی زندگی کا ایک یادگار اور تاریخی خطبہ دیا۔ جس میں خشیت الٰہی، دنیاوی زندگی کی غیر اثباتی آخری زندگی کی حقیقت اور یوم الحساب کی منظر کشی کی گئی ہے۔ اور دورِ حاضر کے جاہ پسند خدا خراموش دولت کے پجاری حکمرانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"اے لوگو! آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ آپ فضول پیدا نہیں کئے گئے۔ اور نہ ہی یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ آپ کے لئے ایک جاء بازگشت ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ آپ کا فیصلہ کرنے کے لئے نزول جلال فرمائے گا۔ وہ شخص گھاٹے اور نقصان میں رہے گا جو اللہ تعالیٰ کی رحمت بے کنار اور جنت الفردوس جس کا عرض زمین و آسمان ہے سے خارج اور محروم ہو جائے گا۔ قیامت کے دن صرف اسی شخص کو امان ملے گی۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اور جس نے دنیا کی عارضی اور مختصر زندگی آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی خاطر تھوڑی کو بہت سی کے لئے، اور اندیشہ کی چیز کو محفوظ شئے کے لئے فروخت کر ڈالا۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح اور لوگ آپ کے جانشین ہو جائیں گے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ یہاں تک پھر سب کے سب اس ذات کی

1۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 322

طرف لوٹ جائیں گے۔ جو ہر شے کا بہترین وارث ہے۔ روزانہ صبح و شام آپ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف جا رہے ہیں۔ جو اپنی مقررہ معیاد زندگی پوری کر لیتا ہے اسے آپ زمین کے شگاف میں دفن کر دیتے ہیں۔ نہ اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے لئے فرش بچھاتے ہیں۔ وہ متوفی اپنے دوستوں اور تمام دنیاوی اشیاء سے قطع تعلق کر کے زمین میں بود و باش اختیار کر لیتا ہے۔ اور اپنے اعمال کے حساب و کتاب کا سامنا کرتا ہے۔ بس اس کے اعمال اس کے لئے زیرِ رہن ہوتے ہیں۔ جو کام اس نے اپنی زندگی میں کر لئے ہیں ان کا وہ محتاج رہتا ہے۔ اور جو مال متاع وہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے اس سے بالکل وہ بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے موت آنے سے پہلے آپ لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیئے۔ خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے کہ جب میں باتیں آپ سے کہہ رہا ہوں اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی احساس ہے کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی شخص گنہگار نہ ہوگا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کے لئے معافی کا خواستگار ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ جب کبھی مجھے آپ لوگوں کی کسی ضرورت کا علم ہوتا ہے تو میں مقدور بھر اسے رفع کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اسی طرح اگر مجھے کوئی مسئلہ پیش آ جائے تو میں بھی آپ سے یہی توقع رکھتا ہوں کہ آپ لوگ میرے ساتھ ہمدردی کریں گے۔ اور میرا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ ہم اور آپ دونوں عیش و آرام کی زندگی بسر کریں۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اس بیان سے میرا مقصد اس کے سوا کچھ عیش و آرام کرنا مقصود ہوتا تو خود میرا ضمیر چونکہ مجرم ہوتا اس لئے میری زبان ان باتوں کو ادا کرتے ہوئے لڑکھڑاتی مگر اب تو کلامِ ربانی موجود ہے جس میں سچا قانون منضبط ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور اس کی نافرمانی سے روکتا ہے"۔

اس تقریر کے بعد آپ نے اپنی چادر کا کونا اٹھا لیا اور خود رونے لگے۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور دوسروں کو بھی رُلایا۔ بعد ازاں منبر سے اتر آئے۔ پھر آپ نے ایسا مؤثر خطبہ اپنی بقیہ زندگی میں کبھی نہ دیا(1)۔

1۔ تاریخ طبری، جلد 7، صفحہ 218

علالت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجب ۱۰۱ھ میں بیمار ہوئے۔ بیس روز بیمار رہے۔

اوزاعی سے مروی ہے کہ محمد بن المقدام نے آپ کی بیوی فاطمہ بنتِ عبدالملک سے پوچھا کہ آپ کی رائے میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرضِ وفات کی ابتداء کس سے ہوئی؟ انہوں نے کہا میری رائے میں اس کی ابتداء یا اکثر حصے کی ابتداء خوف الٰہی سے ہوئی۔

عبدالمجید بن سہیل سے مروی ہے کہ میں نے طبیب کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے نکلتے دیکھا تو پوچھا کہ آپ نے آج ان کا قرورہ کیسا دیکھا۔ اس نے کہا قرورے میں کوئی اندیشہ نہیں البتہ انہیں لوگوں کے معاملات کی فکر ہے۔

ابن لہیعہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے بعض خطوط میں پایا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ کو خوفِ خدا قتل کر دیگا(1)۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صحبتیں اور تذکرے (صفحہ ۴۲) میں لکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ آپ مدینے منتقل ہو جاتے تو روضۂ نبوی ﷺ میں جو چوتھی جگہ خالی ہے اس میں رسول اللہ اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دفن ہوتے۔ یہ سن کر فرمایا: ”خدا کی قسم! آگ کے سوا اگر خدا مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو میں انہیں بخوشی قبول کر لوں گا لیکن یہ بے ادبی گوارا نہیں کہ میں خود کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھوں“۔ یہ واقعہ انہی الفاظ میں محمد بن سعد نے طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳۵۲ پر تحریر کیا ہے۔

قبر کے لئے زمین کی خریداری

محمد بن قیس سے مروی ہے کہ ہم لوگ دیر سمعان میں تھے کہ آپ علیل ہوئے۔ آپ

1۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 382

نے ایک ذمی کو بلا بھیجا۔ اس سے اپنی قبر کے لئے زمین کی قیمت چکائی۔ ذمی نے کہا کہ! اے امیر المؤمنین! یہ تو بڑی مبارک بات ہے کہ آپ کی قبر میری زمین میں ہو۔ میں نے اسے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے مگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کیا۔ آخر اس زمین کو دو درہم میں خریدا اور دو دینار منگا کر اسے دیئے(1)۔

شیخ مکہ سے مروی ہے کہ فاطمہ بنتِ عبدالملک اور ان کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ کے پاس تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ ان پر گراں ہوں۔ دونوں ان کے قریب سے جب اُٹھ کر گئے تو اسی وقت آپ قبلے کے خلاف رخ کئے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو آپ قبلے کی طرف منہ کئے ہوئے تھے۔ کوئی کہنے والا کہتا کہ ہم انہیں نہیں دیکھیں گے تو وہ کہتے:

''یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے کریں گے زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور آخرت (کی بھلائی) پرہیزگاروں کے لئے ہی ہے''۔

یزید بن عبدالملک کو وصیت نامہ

بیماری طوالت نے آپ کو بہت لاغر کر دیا تھا۔ جب آپ کو یقین ہونے لگا کہ اب موت قریب ہے تو آپ نے یزید بن عبدالملک کے نام وصیت نامہ لکھا:

''میں تم کو یہ وصیت نامہ اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مرض سے لاغر ہو گیا ہوں۔ تم کو معلوم ہے امورِ خلافت کے بارے میں مجھ سے سوال کیا جائیگا اور خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا۔ خدا خود فرماتا ہے:

فلنقص علیهم بعلم و ما کنا غائبین

''ہم ان کو علم سے قصہ سناتے ہیں اور ہم غیر حاضر نہ تھے''۔

اگر خدا مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوا۔ اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی اور اگر مجھ سے ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر۔ میں اس خدا سے جس کے سوا کوئی

1۔ ابن سعد، جلد5، صفحہ 382

خدا انہیں دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت سے دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضا مندی سے جنت عطا کرے۔ تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہئے کیونکہ میرے بعد تم بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے۔ تمہیں ایسی لغزش سے بچنا چاہیے کہ جس کی تم تلافی نہ کر سکو۔

سلیمان بن عبدالملک خدا کا ایک بندہ تھا۔ خدا نے اسے وفات دی اور اس نے مجھے خلیفہ بنایا اور میرے بعد تمہیں ولی عہد مقرر کیا۔ میں جس حالت میں تھا اگر وہ اس لئے ہوتی کہ میں بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں تو خدا نے مجھ کو اس سے بہتر سامان دیئے تھے جو کسی بندہ کو دے سکتا تھا لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں بجز اس کے کہ خدا میری دستگیری فرمائے(1)۔

طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳۸۳ پر تحریر ہے کہ سالم بن بشیر سے روایت ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یزید بن عبدالملک کو لکھا:

''سلامٌ علیک، اما بعد، مجھے یہی چیز نظر آتی ہے جو میرے ساتھ ہے یعنی موت۔ میرا گمان یہی ہے کہ خلافت عنقریب تمہیں پہنچے گی۔ امت محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ تم دنیا اس شخص کے لئے چھوڑ دو جو تمہاری مدح نہ کرے اور اس کو پہنچاؤ جو تمہیں معزور نہ جانے۔ **والسلام علیک**''۔

اولاد کو وصیت

طبقات ابن سعد میں عمارہ بن ابی حصفہ سے مروی ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک مرض الموت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے کہ آپ اپنے متعلقین کے بارے میں کس کو وصیت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں خدا کو بھول جاؤں تو یاد دلا دینا۔ انہوں نے دوبارہ یہی پوچھا کہ اپنے متعلقین کے لئے آپ کس کو وصیت کرتے

1۔ سیر الصحابہ بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز، صفحہ 280

ہیں۔ انہوں نے فرمایا ان میں میرا دوست خدا ہے جس نے قرآن نازل فرمایا اور وہ صالحین سے محبت کرتا ہے۔

تاریخ اسلام میں شاہ معین الدین احمد ندوی راقم ہیں کہ آپ کی وفات کے وقت آپ کی اولاد کی معاش کا کوئی سامان نہ رہ گیا تھا۔ اس لئے وقت سے قبل آپ کے برادر نسبتی مسلمہ بن عبدالملک نے آپ سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ نے مال و دولت سے اپنی اولاد کا منہ ہمیشہ خشک رکھا اور انہیں بالکل خالی ہاتھ چھوڑے جا رہے ہیں ان کے متعلق مجھے یا خاندان کے کسی فرد کو کچھ وصیت کرتے جایئے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ''تم کہتے ہو کہ میں نے مال سے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ خشک رکھا۔ خدا کی قسم! میں نے ان کا کوئی حق تلف نہیں کیا۔ البتہ جس مال میں ان کا حق نہ تھا وہ ان کو نہیں دیا۔ تم کہتے ہو ان کے متعلق کسی کو وصیت کرتا جاؤں تو اس معاملہ میں میرا وصی اور مددگار خدا ہے جو صلحا کا ولی ہوتا ہے۔ میرے بچے اگر خدا سے ڈریں گے تو خدا ان کے لئے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوئے تو میں مال دے کر ان کو اور قوی نہ بناؤں گا''۔

پھر لڑکوں کو بلا کر باچشم نم فرمایا:

''میری جان تم پر قربان جن کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے لیکن خدا کا شکر ہے میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا ہے۔ بچو تم کو کوئی ایسا عرب یا ذمی نہ ملے گا جس کا تم پر حق ہو۔ بچو! دو باتوں میں ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی۔ ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے۔ دوسرے یہ کہ تم خالی ہاتھ رہو اور تمہارا باپ جنت میں جائے۔ ان دونوں میں سے اس نے یہ پسند کیا کہ تم تہی دست رہو اور وہ جنت میں جائے۔ بس خدا حافظ۔ خدا تم کو حفظ و امان میں رکھے''۔

دیگر وصیتیں

علالت کے دوران آپ نے وصیتوں کا سلسلہ جاری رکھا جن کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔ اور بعض کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

قبر کے لئے وصیت

طبقات ابن سعد جلد ۵ میں صفحہ ۳۸۶ پر معاویہ بن صالح سے مروی ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے لئے ایسی قبر کھودنا جو گہری نہ ہو کیونکہ زمین کا بہترین حصہ اوپر والا حصہ ہے اور بدترین نیچے کا۔

پانچ کپڑوں کا کفن

آپ نے اپنے کفن کے بارے میں بھی وصیت فرمائی۔ ابوبکر بن محمد بن حزم سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انہیں پانچ کپڑوں کا کفن دیا جائے جن میں کرتہ اور عمامہ بھی ہو۔

خالد بن ابی بکر نے بھی وصیت کے انہی الفاظ کو روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعزہ میں جو مرتا تھا وہ اس کو اسی طرح کا کفن دیتے تھے۔

کفن میں حضور اکرم ﷺ کے بال اور ناخن رکھنے کی وصیت

عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور فرمایا جب میں مر جاؤں تو یہ بال اور ناخن لیکر میرے کفن میں رکھ دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

سفیان بن عاصم بن عبدالعزیز بن مروان سے مروی ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔ انہوں نے اپنی آزاد کردہ کنیز سے کہا مجھے گمان ہے کہ تم میرے لئے حنوط (عطریت) کا انتظام کرو گی اس میں مشک شامل نہ کرنا۔

تجہیز و تکفین کی وصیت

آپ کے مشیر اور عالمِ دین رجاء بن حیوٰۃ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مرضِ موت میں فرمایا کہ تم بھی ان لوگوں میں ہونا جو مجھے غسل اور کفن دیں اور میری قبر

میں اتریں۔ جب مجھے لحد میں رکھ دیں تو میرے کفن کی گرہ کھول دینا اور میرے چہرے کو دیکھیں کیونکہ میں نے تین خلفاء کو دفن کیا ہے۔ ہر ایک کو قبر میں رکھا اور کفن کی گرہ کھول دی چہرے کو دیکھا تو سیاہ اور قبلہ رخ سے پھرا ہوا تھا۔

رجاء کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں (شامل) تھا جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو غسل اور کفن دیا اور ان کی قبر میں اترے۔ جب میں نے کفن کی گرہ کھول کر دیکھا تو (ان کا چہرہ) کاغذوں کی طرح تھا اور قبلہ رُخ تھا۔

وفات

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ بنو امیہ آپ کے طرزِ عمل سے سخت نالاں اور ناراض تھے کیونکہ آپ نے لوگوں کے مغصوبہ حقوق اموال جائیدادیں اور جاگیریں شاہی خاندان کے افراد سے چھین کر حقداروں کو واپس لوٹا دی تھیں اور بنو امیہ کو تہی دامن کر دیا تھا اب بنو امیہ کوئی ناجائز فائدہ حکومتِ وقت سے نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اس بات کا انہیں سخت رنج تھا اور اس صورتِ حال کو وہ زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ بنو امیہ کو فکر لاحق تھی کہ اگر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت زیادہ دیر قائم رہی تو وہ ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ انہوں نے آپ کے قتل کی سازش کی۔ آپ کو قتل کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا کیونکہ آپ بغیر سیکورٹی گارڈز کے ہوتے تھے نہ کوئی پولیس گارڈ اور نہ حفاظتی انتظامات قائم کر رکھے تھے۔ اور نہ ہی آپ کھانے پینے میں احتیاط کرتے تھے۔

جیسا کہ عموماً حکمران کرتے تھے۔ آپ کو قتل کرنے کا آسان طریقہ جو بنو امیہ نے سوچا وہ یہ تھا کہ آپ کو زہر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے آپ کے غلام کو لالچ دے کر سازش میں شریک کر لیا۔ چنانچہ آپ کو اس غلام کے ذریعے زہر دیا گیا۔ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ کو اس کا علم ہو گیا جب آپ کی تکلیف و اذیت بڑھ گئی تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ دوا کیوں نہیں لیتے۔ آپ نے فرمایا جس وقت مجھے زہر دیا گیا اس وقت اگر کوئی مجھے کہتا کہ تم اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگانے سے صحت یاب ہو سکتے ہو تو میں اپنے کان کی لو کو

ہاتھ نہ لگاتا۔

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مجھ سے پوچھا لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں مسحور نہیں ہوں بلکہ مجھے جس وقت زہر دیا گیا مجھے اسی وقت معلوم ہو گیا تھا۔ پھر آپ نے اس غلام کو بلایا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا افسوس تو نے مجھے زہر دے دیا آخر کس طمع نے تجھ کو اس کام پر آمادہ کیا۔ اس نے بتایا کہ مجھے اس مقصد کے لئے ایک ہزار دینار دیئے گئے ہیں اور آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے اس غلام سے ایک ہزار دینار واپس لے کر بیت المال میں جمع کرا دیئے اور غلام کو حکم دیا کہ اب چپکے سے یہاں سے کہیں چلے جاؤ پھر کسی کو تیری صورت نظر نہ آئے (1)۔

طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۳۸۴ پر آپ کی وفات کے بارے میں تحریر ہے کہ سفیان بن عاصم بن عبدالعزیز بن مروان سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ مجھے داہنی کروٹ قبلہ رخ کر دیا جائے۔

مغیرہ بن حکیم سے مروی ہے کہ آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک نے کہا کہ میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرضِ موت میں کہتے سنتی تھی کہ اے اللہ ان لوگوں پر میری موت کو پوشیدہ رکھ اگرچہ وہ دن کی ایک ساعت کے لئے ہو۔ جس دن کہ ان کی وفات ہوئی تو میں ان کے پاس سے چلی گئی تھی اور دوسرے مکان میں بیٹھی ہوئی تھی۔ میرے اور ان کے درمیان دروازہ حائل تھا وہ اپنے خیمے میں تھے۔ میں نے انہیں کہتے سنا۔

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

"یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے بناتے ہیں جو زمین میں نہ برتری چاہتے ہیں اور نہ فساد کرتے ہیں اور عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے"۔

1۔ تاریخ اسلام از محمد اکبر شاہ نجیب آبادی

اتنے میں ان کی آواز بند ہوگئی۔ جب کوئی حس و حرکت سننے میں نہ آئی تو میں نے وصیف سے جوان کا خادم تھا کہا کہ امیر المؤمنین کو دیکھو کیا وہ سوتے ہیں۔ جب وہ ان پاس گئے تو چیخ ماری۔ میں بھی دوڑی۔ دیکھا تو واصل حق ہو چکے تھے۔ رخ قبلے کی طرف تھا۔ آنکھیں ڈھانک لی تھیں ایک ہاتھ منہ پر رکھ لیا تھا اور دوسرا آنکھوں پر۔

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری نے تاریخ طبری جلد ۷ صفحہ ۵۱ پر آپ کی وفات کے بارے میں الفاظ کے تضاد تحریر کیا ہے۔

''امیر المؤمنین کی بیوی (فاطمہ بنت عبدالملک) کا بیان ہے جب مرض کی وجہ سے رات کے وقت آپ کو بے چینی زیادہ ہوئی تو آپ رات بھر جاگتے رہے اور ہم لوگ بھی جاگتے رہے صبح کے وقت میں نے آپ کے غلام مرشد سے کہا کہ تو امیر المؤمنین کے پاس رہنا اگر کوئی ضرورت ہو تو ہم قریب ہی ہیں۔ ہمیں فوراً اطلاع کر دینا۔ یہ کہہ کر ہم وہاں سے چلے آئے چونکہ رات بھر جاگتے رہے تھے اس لئے سو رہے۔ جب میں بیدار ہوئی تو امیر المؤمنین کے پاس گئی۔ دیکھا کہ مرشد آپ کے پاس نہیں ہے بلکہ کمرہ کے باہر پڑا سو رہا ہے۔ میں نے اسے اٹھایا اور پوچھا کہ تو کیوں باہر چلا آیا۔ مرشد نے کہا کہ خود امیر المؤمنین نے مجھ سے کہا کہ تو باہر چلا جا کیونکہ بخدا میں ایسی شکل دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہے نہ جن ہے۔ میں باہر چلا آیا اور میں نے آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا:

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

جب میں آپ کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ آپ سیدھے لیٹے ہوئے ہیں۔ آنکھیں بند ہیں اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

علامہ محمد اکبر شاہ خاں نے تاریخِ اسلام جلد دوم ۲۰۳۔۲۰۴ پر اس واقعہ کو تحریر کیا ہے کہ:

''عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب آپ کا وقت آخر آپہنچا اور نزع کی کیفیت شروع

ہوئی تو آپ نے لوگوں کو فرمایا کہ تم مجھ کو تنہا چھوڑ دو چنانچہ سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ مسلمہ بن عبدالملک اور آپ کی زوجہ فاطمہ بنتِ عبدالملک (دونوں بہن بھائی) دروازے پر کھڑے رہے انہوں نے سنا کہ آپ نے فرمایا! بسم اللہ تشریف لائیے۔ یہ صورت نہ تو آدمیوں کی ہے اور نہ ہی جنوں کی پھر یہ آیت پڑھی۔

تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ

اس کے بعد کوئی آواز نہ آئی اندر گئے تو دیکھا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔

تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) جلد نہم صفحہ ۲۸۹ پر ہے کہ آپ بیس دن بیمار رہے۔ جب نزع کا وقت قریب آیا تو فرمایا۔ مجھے اٹھا کر بیٹھا دو۔ انہیں بیٹھا دیا گیا۔ تو بولے، اے اللہ! میں تیرا ایسا بندہ ہوں تو نے کسی کام کا حکم دیا تو کوتاہی ہوئی۔ اور جس چیز سے تو نے منع کیا نافرمانی ہوئی۔ پھر تین بار لا الہ الا اللّٰہ پڑھا۔ اس کے بعد سر اٹھایا اور تیز نظروں سے دیکھا۔ لوگوں نے کہا آپ تیز نظروں سے کیا دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا! ایسی بارگاہ دیکھ رہا ہوں جہاں نہ انسان ہیں نہ جن۔ پھر فوراً روح قبض ہوگئی۔

آپ کی وفات ۲۵ رجب ۱۰۱ھ بمطابق ۷۱۹ء میں خناصرہ میں ہوئی۔ آپ کو حمص کے علاقہ دیر سمعان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی مدتِ خلافت دو سال ۵ ماہ اور ۴ دن ہے۔

جب آپ کی وفات کا حال امام حسن بصری رحمۃ اللہ نے سنا تو فرمایا:

''آج دنیا کا بہترین آدمی اٹھ گیا''۔

محمد بن سعد طبقات جلد ۵ صفحہ ۳۸۵ (اردو ترجمہ) میں یوسف بن مالک سے مروی ہے کہ جس وقت ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر مٹی برابر کر رہے تھے تو آسمان سے ایک کاغذ گرا جس میں لکھا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوزخ سے پناہ دی۔

آپ کی موت کی خبر جب شاہِ روم نے سنی تو گلوگیر ہو کر کہا ''اگر مسیح کے بعد کوئی شخص

مردوں کو زندہ کرسکتا تو وہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے۔ میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادت خانے میں جا بیٹھے۔ میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا تھا پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا" (1)۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۳۹ یا ۴۰ سال تھی۔

ازواج اور اولادیں

آپ کی بقول شاہ معین الدین احمد ندوی کے چار بیویاں تھیں جن سے پندرہ یا سولہ اولادیں تھیں۔ علامہ محمد اکبر شاہ نجیب آبادی نے تحریر کیا ہے کہ آپ کی تین بیویاں تھیں اور گیارہ بیٹے تھے۔ ان میں فاطمہ بنتِ عبدالملک خلیفہ کی پوتی خلفاء کی بہن اور خلیفہ کی بیوی تھیں مگر انہیں زاہدانہ زندگی بسر کی۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اسحاق، یعقوب، موسیٰ عبداللہ بکر، ابراہیم بیویوں سے تھے اور باقی امہات ولد سے تھے جن کے نام عبدالملک ولید، عاصم، یزید، عبداللہ، عبدالعزیز اور ریان تھے آپ کے صاحبزادے عبدالملک بالکل باپ کے نمونے پر تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو میرے بیٹے عبدالملک کی وجہ سے نیکیوں اور عبادتوں کی ترغیب ہوتی ہے مگر یہ آپ کے سامنے ہی وفات پا گئے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکے کی مقدار صرف ۲۱ دینار تھی۔ چند دینار کفن دفن پر خرچ ہوئے باقی بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گیارہ بیٹے چھوڑے اور ہشام بن عبدالملک نے بھی گیارہ بیٹے ہی چھوڑے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہر بیٹے کو باپ کے ترکہ سے ایک ایک دینار ملا اور ہشام بن عبدالملک کے بیٹوں میں سے ہر ایک نے اپنے باپ کے ترکہ سے دس دس لاکھ دینار پائے۔ لیکن میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

1۔ تاریخ اسلام، جلد 2 از شاہ معین الدین احمد ندوی

بیٹوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک دن جہاد کے لئے سو گھوڑے دیئے اور ہشام کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے صدقہ لے رہا تھا(1)۔

سیرت حضرت عمر بن عبد العزیز

دنیائے اسلام کی عظیم سلطنت کے نادرِ روزگار اور عظیم المرتبت فرمانروا حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلالت و کمالات علمی کے اعتبار سے آئمہ کبار کے سرخیل، معصر علماء و فقہا، معلم جلیل القدر تابعی، پہلی صدی کے مجدد اول، عارفِ سنت: مہدی وقت، امام عادل، قرآن و حدیث کے حافظ و رمز شناس، زہد و قناعت کے پیکر، عبادت و ریاضت کے خوگر، دولتِ دنیاوی سے بے رغبت و بے نیاز، امانت و دیانت میں بے مثال، مواخذہ اور خوفِ خدا سے معمور دل والے کبیر الشان انسان تھے۔ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان فضائل و خصائل کی بابت لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام فقیہ، مجتہد، عالم سنت کبیر الشان ثبت، حجت، حافظ (حدیث) خدا کے فرماں بردار، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ امام نودی رطب اللسان ہیں کہ ان کی جلالت، فضیلت، وفورِ علم، صلاح، زہد و ورع، عدل شفقت علی المسلمین، حسن سیرت، خدا کی نگاہ کی راہ میں انتھک کوشش، سنتِ نبوی اور آثارِ نبوی کے اتباع اور خلفاء راشدین کی اقتداء میں سب کا اتفاق ہے(2)۔

الغرض دنیائے اسلام کی اس نامور شخصیت کی سیرت کا جس انداز اور جس پہلو کا بھی ذکر یا مطالعہ کیا جائے وہ حیرت انگیز منظر پیش کرے گا اور ہر لحاظ سے آپ کی سیرت کا ہر پہلو قابلِ تحسین ہوگا۔ بلاشبہ آپ کی سیرت میں دنیا بھر کے انسانوں کے لئے خیر کثیر کا سامان موجود ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے ہر پہلو کا احاطہ پیش کرنا قدرے مشکل ہے تاہم مختصر اور مکمل اجمالی نقش پیش خدمت ہے۔

1۔ تاریخ اسلام محمد اکبر شاہ، نجیب آبادی، جلد 2، صفحہ 205　　2۔ سیر الصحابہ، جلد 7

کمالات وجلالت علمی

آپ نے دولت وثروت کی آغوش میں آنکھ کھولی اور عیش وتنعم کے گہوارہ میں پرورش پائی۔ لیکن آپ نے اپنے سینے اور دل کو گنجینۂ علم نبوت اور دولتِ آخرت سے بھرنا پسند کیا۔ زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذہانت اور شعور کا پتہ اسی بات سے چلتا ہے کہ وہ علم کے حریص اور ادب کی طرف بہت مائل تھے۔ جب ان کے والد مصر میں والی تھے اور وہ کم سن تھے۔ ان کے والد نے ان کو اپنے ساتھ مصر لے جانا چاہا تو انہوں نے نہایت ادب سے اپنے باپ کو کہا" آپ جو کچھ سوچ رہے ہیں وہ ٹھیک ہی ہوگا لیکن جو میرے ذہن میں ہے وہ میرے اور آپ کے لئے مفید ہے۔ آپ مجھے مدینہ طیبہ بھیج دیجئے۔ میں فقہاء وعلماء کی صحبت میں حصولِ علم کے ساتھ آدابِ زندگی اور علم مجلسی سے متعلق بہت سی باتیں سیکھ لوں گا" (1)۔ علم وتقویٰ کی طرف میلان دیکھ کر باپ نے انہیں مشہورِ زمانہ عالم صالح بن کیسان کے پاس مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ صالح بن کیسان کے علاوہ آپ نے دوسرے صلحاء مدینہ سے بھی استفادہ کیا۔ آپ حضرت انس بن مالک، سائب بن یزید، یوسف بن عبداللہ بن سلام، عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ کرام وتابعین عظام کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوئے۔ فطری صلاحیت اور اکابرینِ امت کی صحبت کا یہ اثر ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے "میں تابعین میں سے بجز عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے کسی کے قول کو حجت نہیں سمجھتا"۔

ریاح بن عبیدہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز کو نکلے تو ایک بوڑھا آدمی ان کے ہاتھ کے سہارے چل رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ بوڑھا عجیب انداز سے بچا بچا چل رہا ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز پڑھ چکے اور اندر آئے تو میں نے ان سے پوچھا امیر المؤمنین! یہ بوڑھا کون تھا۔ جس کو آپ ہاتھ کا سہارا دیئے ہوئے تھے؟ آپ نے جواب دیا۔ اے ریاح! تم نے دیکھا نہیں یہ کون ہو سکتے ہیں؟ میں

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 278 وتاریخ ملت، صفحہ 663

نے کہا بظاہر کوئی صالح آدمی معلوم ہوتے تھے۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ "یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے جو مجھے تعلیم دینے اور اس امت کی بھلائی کے متعلق مجھے بتانے آئے تھے تاکہ میں اس کو عدل وانصاف سے بھر دوں"۔

معاصر علماء میں مقام

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہم عصر علما وفقہاء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ اس عہد کے علماء ان کے علمی کمالات کے مقابلہ میں طفل دبستان تھے۔

میمون بن مہران کہتے تھے کہ "علماء حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے۔" ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ علماء کے معلم تھے۔ جو علماء ان کو تعلیم دینے کے خیال سے ان کے پاس آئے تھے وہ خود ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مجاہد اپنے زمانے کے جلیل القدر تابعی عالم تھے۔ ان کا بیان ہے کہ:

"ہم لوگ ان کے پاس تعلیم دینے کے لئے گئے تھے لیکن کچھ دنوں کے بعد ہم خود ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے" (1)۔

ابونصر مدنی کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن سلیمان بن یسار کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیام گاہ سے نکلتے دیکھا تو ان سے پوچھا کیا آپ انہیں پڑھاتے ہیں؟ سلیمان نے جواب دیا، ہاں! لیکن خدا کی قسم وہ تم سب سے زیادہ جانتا ہے"۔

لیث کہتے ہیں مجھ سے ایک ایسے شخص نے بیان کیا جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ درس میں بیٹھ چکا ہے کہ:

"ہم نے جس مسئلہ کی بھی تحقیق کی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیز کو اس کے اصول وفروع پر سب سے زیادہ حاوی پایا" (2)۔

اسماعیل بن ابی حکیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے سنا کہ جب میں مدینہ میں تھا تو کوئی آدمی مجھ سے زیادہ علم وبصیرت نہیں رکھتا تھا اور

1۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد 1، صفحہ 111　　2۔ البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 279

جب سے شام آیا ہوں سب کچھ بھول گیا ہوں (1)۔

تذکرۃ الحفاظ جلد اوّل صفحہ ۱۱۱ پر امام عبداللہ الذہبی لکھتے ہیں کہ آپ سے آپ کے دونوں صاحبزادوں عبداللہ اور عبدالعزیز کے علاوہ زہری، ایوب، حمید ابراہیم بن ابی عبلہ، ابوبکر بن حزم اور ابو مسلیمہ بن عبدالرحمٰن نے اکتساب فیض کیا۔ مؤخر الذکر دونوں امام آپ کے شیخ بھی تھے۔

مجدد اوّل

البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۲۸۸ پر ابن کثیر نے تحریر کیا ہے۔

''ہم نے دلائل نبوت میں حدیث بیان کی ہے جس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے۔ کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت پر ہر سو سال بعد ایک شخص بھیجے گا جو دین کے امر کی تجدید کرے گا''۔ چنانچہ اہل علم کی ایک جماعت نے کہا ہے جن میں بقول جوزمی احمد بن حنبل بھی شامل ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے خاتمہ پر ایسے شخص ہیں جو ہر طرح امامتِ دین قیامِ شریعت اور تنقید حق کے اعتبار سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند ہیں اور ہر طرح اس منصب کے اہل ہیں۔

تفسیر

حافظ قرآن ہونے کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیرِ قرآن میں بھی وسیع النظر تھے۔ بڑے بڑے علماء کرام قرآنی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک دفعہ شام اور حجاز کے کچھ علماء نے آپ کے فرزند عبدالملک سے کہا کہ اپنے والد سے قرآن کی اس آیت کے متعلق پوچھو کہ اس سے کیا مراد ہے۔

انی لھم التناوش من مکان بعید

''وہ دور سے کیونکر پاسکتے ہیں''۔

ان کے پوچھنے پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اس سے

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 280

مراد یہ ہے کہ ''جس کی خواہش اسی وقت کی جائے جس وقت انسان اس پر قادر نہ ہو''۔

تذکرہ الحفاظ میں امام عبداللہ بن محمد الذہبی لکھتے ہیں کہ آپ قرآن پاک اول النہار میں تلاوت کرتے تھے۔ اور لمبی تلاوت نہیں کرتے تھے۔

حدیث

آپ نے مدینہ طیبہ میں بلند پایہ محدثین سے اکتساب فیض کیا۔ حضرت عبد بن جعفر، انس بن مالک، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، سعید بن مسیّب، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور علماء کی ایک دوسری جماعت سے علم حدیث حاصل کیا(1)۔

آپ حدیث کے اجلہ حفاظ میں تھے۔ امام ذہبی انہیں عارف سنت کہتے ہیں۔ امام مالک اور ابن عینیہ امام وقت کہتے تھے۔ جتنی مرفوع احادیث ان کے حافظہ میں محفوظ تھیں اتنی کسی اور تابعی کے علم میں نہ تھیں۔ ابوایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں جن لوگوں سے ملا ان میں کسی کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا(2)۔

تحفظ وتدوین احادیث

آپ نے احادیث کے تحفظ اور اشاعت کے لئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث نبوی کی تدوین اور اس کا تحفظ ہے۔ اگر آپ نے اس طرف توجہ نہ دی ہوتی تو احادیثِ نبوی کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا۔ آپ کے عہد خلافت میں اکابر اور حفاظ حدیث وقت کے ساتھ ساتھ اُٹھتے جاتے تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ محدثین کی فصل دن بدن ختم ہوتی جارہی ہے اور احادیث کی حفاظت نہ کی گئی تو اس کا بڑا حصہ علماء کے ساتھ ہی دفن ہو جائیگا۔ آپ نے گورنر مدینہ ابوبکر بن محمد بن حزم کو لکھا کہ احادیث نبوی کی تلاش وجستجو کر کے ان کو ضابطِ تحریر میں لے لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف ہے لیکن صرف رسول اللہ ﷺ کی احادیث قبول کی جائیں۔

1۔ تذکرۃ الحفاظ۔ تہذیب الاسماء، جلد 1، صفحہ 18 2۔ بخاری شریف کتاب العلم باب کیف ویقبض العلم

بقول حافظ ابن حجر تمام صوبہ جات کے گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا گیا۔
"اس حکم کی تعمیل ہوئی احادیث کے جمع شدہ مجموعے ممالک محروسہ میں بھیجے گئے۔ سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ہم کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حادیث جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر حدیثیں لکھیں اور ان کا ایک ایک مجموعہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا(1)۔

فقہ

امام ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ امام فقہ و اجتہاد تھے۔ انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام فقہی فیصلوں کو جو انہوں کے رعایا کے معاملات کے متعلق کیے تھے جمع کئے۔ آپ علماء وفقہاء اور قراء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ ان کو دور دور سے بلا کر خواص میں داخل کرتے تھے(2)۔

آیات قرآنی سے اثر

حضرت بن عبدالعزیز عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن کریم کی موعظت آیات پڑھ کر بے حال ہو جاتے تھے۔ ایک شب کو یہ آیت

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ (قارعہ)

"جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی مانند ہوں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہونگے"۔

تلاوت کر کے زور سے چیخے اور اچھل کر اس طرح گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ دم نکل گیا ہے۔ پھر اس طرح ساکن ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ختم ہو گئے ہیں۔ پھر ہوش میں آئے۔ پُر درد نعرہ لگا کر کودے، کود کر گھر بھر میں دوڑنے لگے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ "افسوس، اس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہوں گے"۔

1۔ جامع بیان العلم، صفحہ 38 2۔ سیر الصحابہ بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز

یہ حالت صبح تک قائم رہی۔ پھر اس طرح گرے کہ مردہ معلوم ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن کی آواز نے ہوشیار کیا۔

ایک دن نماز میں یہ آیت کریمہ پڑھی

وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْن

''ان کو بتادو کہ ان سے باز پُرس ہوگی''۔

تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسی کو بار بار دہراتے رہے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے (1)۔

شاعری اور خطابت

آپ کو رسمی شاعری کا ذوق نہ تھا تاہم اخلاقی اشعار پسند فرماتے تھے۔ کبھی کبھار اس قسم کے اشعار کہتے تھے۔ سیر الصحابہ میں مذکور ہے ابن جوزی نے سیرت (عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں ان کے اشعار نقل کئے ہیں۔ ایک راگ بھی جو مدینہ منورہ میں بہت مقبول تھا آپ سے منسوب تھا ممکن ہے مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں جبکہ آپ عیش و تنعم کے عادی تھے، یہ راگ ایجاد کیا ہو۔ لیکن آپ جیسے بچپن سے صالح انسان سے ایسے واقعات منسوب کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔

آپ منجھے ہوئے اور شہرت یافتہ خطیب تو نہ تھے تاہم آپ نے بسا اوقات خطبے دیئے جو نہایت دلپزیر اور مؤثر ہوتے تھے۔ ابن جوزی نے آپ کے متعدد خطبات لکھے ہیں۔ جاحظ نے بھی ''البیان والتبیین'' میں آپ کے چند خطبات نمونۃً نقل کئے ہیں (2)۔

علماء کی سرپرستی

آپ خود بھی صاحبِ فضل و کمال تھے اور علماء و فقہاء کی بڑی قدر کرتے تھے۔ سابقہ اموی خلفاء تفریح طبع کے لئے بزم طرب کا اہتمام کرتے تھے جس میں شعراء خطباء اور ادباء شرکت کرتے تھے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقہ حکمرانوں کی روش کے برعکس مجلس علماء و فقہاء کو پسند کرتے تھے۔ ان کی بزم کی زینت اہل علم لوگ ہوا کرتے

1۔ صحبتیں اور تذکرے از ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ 43 — 2۔ سیر الصحابہ

تھے۔ جب آپ برسر اقتدار آئے تو آپ نے شعراء اور ادباء کی چھٹی کرادی۔ ان کی تخت نشینی کے وقت حجاز و عراق کے مشہور شعراء اور قصیدہ گو نصیب، فرزدق، حوص، کثیر اور اخطل وغیرہ شعری میں مجموعے اور قصیدے لے کر آئے اور کافی عرصہ تک ٹھہرے رہے لیکن ان کو دربار میں باریابی کی اجازت نہ ملی۔ شعراء کی یہ کس مپرسی دیکھ کر ایک دن جریر نے مشہور زمانہ فقیہ عون بن عبداللہ کے ذریعے چند اشعار حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجے۔

عون بن عبداللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جریر سے میری آبرو بچایئے۔ آپ نے جریر کو باریابی کی اجازت دی تو اس نے قصیدہ سنایا جس میں اہل مدینہ کی مشکلات اور مصائب کا حال تھا۔ آپ نے اہل مدینہ کے لئے غلہ کپڑا اور نقد روپیہ بھیجا اور جریر سے پوچھا کہ بتاؤ کس جماعت سے ہو مہاجرین میں، انصار میں، ان کے عزہ میں یا مجاہدین میں۔ اس نے جواب دیا میں کسی میں نہیں۔ آپ نے پوچھا پھر مسلمانوں کے مال میں تمہارا کیا حق ہے۔ اس نے کہا خدا ؔنے میرا حق مقرر کیا ہے بشرطیکہ آپ اس کو نہ روکیں۔ میں ابن سبیل (مسافر) ہوں۔ دور دراز سفر کر کے آپ کے آستانہ پر ٹھہرا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم میرے پاس آئے ہو تو میں اپنی جیب سے تمہیں بیس روپے دیتا ہوں۔ اس حقیر رقم پر تم خواہ میری تعریف کرو یا مذمت جریر نے اسے بھی غنیمت سمجھا اور اسے لے کر باہر آیا۔ دوسرے شعراء نے لپک کر پوچھا کہیئے ابوخرزہ کیا معاملہ رہا۔ جواب دیا۔ اپنا راستہ لو۔ یہ شخص شاعروں کو نہیں بلکہ گداگروں کو دیتا ہے۔

بڑے بڑے جید علماء آپ کے ہم جلیس تھے۔ سالم بن عبداللہ بن عمر، محمد بن کعب قرظی، رجاء بن حیوٰۃ اور ریاح بن عبیدہ آپ کے مشیر اور ندیم خاص تھے۔ امور خلافت میں آپ ان ہی سے مشورہ لیتے تھے۔

امام عادل

آپ کا عدل و انصاف اور زہد و ورع ضرب المثل تھا۔ عبداللہ بن دینار نے حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا اس وقت ختم نہ ہو گی جب تک آل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک ایسا شخص پیدا نہ ہوگا جو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سی زندگی گزارے گا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ ایسا شخص بلال بن عبداللہ بن عمر ہو سکتے ہیں اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس کے چہرے پر نشان بھی ہوگا لیکن ایسا کوئی شخص بھی بجز عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ اسماء نافع کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ ہمیں عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول پہنچا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے میری اولاد میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کے چہرے پر کوئی علامت ہوگی وہ دنیا کو عدل سے بھر دے گا(1)۔

تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۱۱۲ پر امام عبداللہ بن محمد الذہبی راقم ہیں کہ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ اگر میں تم پر پچاس سال بھی حکومت کروں تو جس طرح چاہتا ہوں پورا عدل وانصاف نہ کر سکوں گا۔ میں کچھ کام کرنا چاہتا ہوں لیکن ڈرتا ہوں کہ لوگ اسے دل سے قبول نہیں کریں گے تو طمع دنیا میں آکر اسے چھوڑ دیتا ہوں۔

امام احمد نے عبدالرزاق کے حوالے سے وہب بن امیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس امت میں اگر کوئی مہدی ہے تو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ سفیان ثوری کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ خلفاء پانچ ہیں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسی ہی ایک روایت ابی بکر بن عیاش اور امام شافعی وغیرہ کی بھی ہے اور اس پر تمام ائمہ کا یقیناً اور قطعی طور پر اتفاق ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ائمہ عدل خلفاء راشدین اور ائمہ مہدیین میں سے ایک تھے(2)۔

الحاج مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی نے سیر الصحابہ جلد ۷ صفحہ ۳۵۷ پر تاریخ

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 281 2۔ ایضاً، صفحہ 283

خلفاء(صفحہ ۲۴۳) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جراح بن عبداللہ الحکمی والئی خراسان نے لکھا کہ اہل خراسان کی روش نہایت خراب ہے۔ ان کو کوڑے اور تلوار کے سوا اور کوئی چیز درست نہیں کر سکتی اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں تو اس کی اجازت مرحمت فرمائیں آپ نے جواباً لکھا کہ آپ کی دلیل غلط ہے ان کو عدل اور حق درست کر سکتا ہے اسے عام کرو(1)۔

موسیٰ بن ایمن راعی نے جو محمد بن عیلیہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حقیقتاً شیر اور بکریاں اور چھوٹے جانور ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے(2)۔

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مہدی ہیں۔ انہوں نے کہا مہدی ہی نہیں بلکہ وہ عادل کامل بھی ہیں(3)۔

محمد بن فضالہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ایک راہب کے پاس سے گزرے جو ایک جزیرہ میں رہتا تھا وہ راہب ان کو دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا حالانکہ وہ کبھی کسی کے پاس نہ آیا تھا۔ وہ ان سے کہنے لگا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس کیوں چلا آیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ راہب نے کہا کہ محض اس لیئے کہ تم ایک امام عادل کے بیٹے ہو(4)۔

موسیٰ بن اعین کہتے ہیں کہ ہم کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بھیڑیے ہماری بکریوں کے پاس چلتے پھرتے تھے اور بکریوں کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ میں نے اس روز کہہ دیا کہ خلیفہ صالح یقیناً فوت ہو گیا۔ جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال فرمایا تھا(5)۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو

1۔ سیر الصحابہ و تاریخ خلفاء
2۔ البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 286
3۔ تاریخ اسلام از محمد اکبر شاہ، صفحہ 198
4۔ تاریخ اسلام، جلد 2، صفحہ 196
5۔ ایضاً

چرواہے تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کون شخص خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیئے اب ہماری بکریوں کو نقصان نہیں پہنچاتے (1)۔

احساسِ ذمہ داری اور قبر و قیامت کا خوف

اہل ایمان جو خدائے وحدہ لاشریک کی یکتائی، اس کی ذاتِ گرامی، اپنی حیثیت، موت قبر اور مواخدۂ یوم الحساب کا ادراک کر لیتے ہیں وہ اس دنیا کو حقیر سمجھتے ہیں اور اس سے رغبت نہیں رکھتے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرنے والے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا کے مال و دولت کو ہمیشہ حقیر جانا اور شام کو جب گھر تشریف لاتے سب کچھ لوگوں میں تقسیم کر کے چادر جھاڑ کر خالی ہاتھ آتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا وقت قریب آیا تو سب کچھ اللہ کی راہ میں بانٹ دیا حتیٰ کہ رحلت سے ایک رات قبل حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چراغ روشن کرنے کے لئے کسی ہمسائے کے گھر سے مٹی کا تیل مستعار لانا پڑا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دنیائے اسلام کے خلیفہ بنے تو انہوں نے وہی راستہ اپنایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفاء راشدین کا تھا آپ بچپن سے قبر اور قیامت سے بہت ڈرتے تھے۔

۱۔ عبدالرحمٰن بن شرجیل بن حسنہ ایک آدمی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اس نے خواب میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدا ہوتے دیکھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان کوئی منادی اعلان کر رہا ہے، تمہارے پاس ایک نرم خو انسان آیا ہے جو دین اور عمل صالح کی تلقین نمازیوں کے لئے لے کر آیا ہے۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے تو اس نے زمین پر تین حرف ع۔م۔ر۔ لکھ دیئے۔

۲۔ صمام بن اسماعیل ابی قبیل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ایک دن بچپن میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو رہے تھے۔ ان کی ماں کو اس کی خبر ہوئی۔ انہوں نے انہیں اپنے پاس بلایا اور

1۔ تاریخ اسلام، جلد 2، صفحہ 196

رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے موت یاد آرہی ہے۔ یہ سن کر ان کی ماں بھی رونے لگی(1)۔

بیعت خلافت کے بعد جب گھر تشریف لائے تو لونڈی نے پریشان حال دیکھ کر آپ سے پوچھا آج تو خوشی کا دن ہے آپ اتنے متفکر کیوں ہیں؟ فرمایا اس سے بڑھ کر فکر و تشویش کی بات کیا ہوگی کہ مشرق و مغرب میں امتِ محمدیہ کا کوئی ایسا فرد نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ اور اطلاع کے اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو(2)۔

خشوع و خضوع کا یہ عالم تھا کہ جب موت کا ذکر آتا تو آپ کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی۔

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ

''اور جب وہ ڈال دیئے جائیں گے اس میں کسی تنگ جگہ ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے''۔

آپ اس قدر روئے کہ گھگھی بندھ گئی۔ آخر مجلس سے اٹھ کر گھر چلے گئے(3)۔

۵۔ عثمان بن زبیر کا بیان ہے کہ ایک دن سلیمان بن عبدالملک اپنی فوجوں کا معائنہ کرنے باہر نکلا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ سلیمان عمر بن عبدالعزیز سے مخاطب ہو کر کہنے لگا دیکھو یہ ہمارے خدم و حشم، جمال و بغال، پیدل اور سواروں سے ہماری کیا شان ہے۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھوٹتے ہی فرمایا! یہ مادی دنیا کے ساز و سامان ہیں جو سب فنا ہونے والے ہیں لیکن ان کی جواب دہی سے آپ نہیں بچ سکیں گے۔ اس کا بھی ذرا خیال رکھیں تو بہتر ہوگا۔

۶۔ عرفہ کے میدان میں سلیمان اور عمر بن عبدالعزیز کو ایک ساتھ قیام کا اتفاق ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمان سے کہا! آج یہ سب ہجوم عرفات کے

1۔ تاریخ ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 277
2۔ تاریخ اسلام، جلد 2، صفحہ 213
3۔ تاریخ ملت، جلد 1، صفحہ 666

میدان کا آپ کی رعایا ہے لیکن انہی کے متعلق آپ سے سوال ہوگا اور یہ آپ کے خلاف دعویدار بن کر اٹھیں گے تو قیامت کے دن کیا جواب دو گے؟ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ سن کر سلیمان رو پڑا اور کہا! یا اللہ نستعین ہم اللہ سے مدد چاہیں گے (1)۔

۷۔ تاریخ ملت جلد صفحہ ۶۶۶ اور تاریخ اسلام (محمد اکبر شاہ) جلد دوم صفحہ ۱۹۷ پر رقم ہے کہ آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کا بیان ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد آپ مصلے پر بیٹھ جاتے اور روتے رہتے یہاں تک کہ نیند آجاتی آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگ جاتے اور یہی سلسلہ صبح تک رہتا۔ کثرت گریہ سے بعض اوقات آپ کے آنکھوں میں سرخی جھلکنے لگتی۔

۸۔ شاہ معین الدین احمد ندوی تاریخ اسلام جلد دوم صفحہ ۲۴۶ پر تحریر کیا ہے کہ آپ خلافت کی ذمہ داریوں اور امت کے حقوق کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی بیوی نے آپ کے شبینہ مشغلہ کو دیکھ کر اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے ٹالا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ وسپید جملہ امور کا ذمہ دار ہوں اس لئے جب میں بیکس، غریب، محتاج، فقیر، گم شدہ اور اس قبیل کے دوسرے آدمیوں کو یاد کرتا ہوں جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور خدا ان کے بارے میں سوال کرے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ ان کے مدعی ہوں گے۔ ایسی حالت اگر میں خدا کے سامنے کوئی معقول عذر اور دلیل پیش نہ کر سکا تو مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اور میری آنکھوں سے آنسوں جاری ہو جاتے ہیں اور جتنا میں ان چیزوں پر غور کرتا ہوں اتنا ہی میرا دل خوف زدہ ہو جاتا ہے۔

جب لوگ آپ کے گریہ وبکا کے متعلق پوچھتے تو آپ فرماتے کہ تم لوگ میرے رونے پر مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں عمر پکڑا جائے گا۔

1۔ تاریخ ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 280

۹۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے حکمرانوں کی بزمِ طرب کے برعکس رات کے وقت علماء کی مجلس گریہ کا اہتمام کرتے تھے۔ رات کو علماء جمع ہوتے اور موت اور قیامت کا ذکر کر کے اس طرح روتے جیسے ان کے سامنے جنازہ رکھا ہو۔

۱۰۔ رات رات بھر جاگ کر موت پر غور وفکر کرتے تھے اور قبر کی ہولناکیوں کا ذکر کر کے بیہوش ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک ہم جلیس سے فرمایا میں رات بھر غور وفکر میں جاگتا رہا۔ اس نے پوچھا کس چیز کے متعلق۔ آپ نے فرمایا قبر اور اہل قبر کے متعلق۔ اگر تم مردے کو تین دن کے بعد قبر میں دیکھو تو انس ومحبت کے باوجود اس کے پاس جاتے ہوئے خوف زدہ ہو گے۔ تم ایسا گھر دیکھو گے جس میں خوش وضعی، خوش لباسی اور خوشبو کے بعد کیڑے رینگ رہے ہوں گے۔ پیپ بہہ رہی ہوگی اور اس میں کیڑے تیر رہے ہوں گے، بدبو پھیلی ہوگی کفن بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ یہ کہہ کر ہچکی بندھ گئی۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ان کی بیوی پانی چھڑک کر ہوش میں لائیں (1)۔

۱۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری خطبے میں فرمایا: ''لوگو! خدا نے تمہیں عبث پیدا نہیں کیا ہے۔ اور تم یوں ہی بلا حساب کتاب نہیں چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ تمہارے لئے یوم میعاد برپا ہوگا۔ جس میں خدا اپنے فیصلے نافذ کریگا۔ اس دن جو اللہ کی رحمت سے محروم ہو گیا وہ خاسر ونامراد ہو گیا اور اس جنت سے محروم رہا جس کی پہنائی آسمان اور زمین تک پھیلی ہوئی ہے۔ کیا جانتے ہو یومِ آخرت سے وہی محفوظ رہے گا جو خوف خدا رکھتا ہوگا۔ اور فانی دنیا کے عوض باقی رہنے والی آخرت کو خریدے گا (2)۔

۱۲۔ میمون بن مہران کہتے ہیں۔ ایک دفعہ میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ قبرستان گیا۔ وہاں جا کر آپ کہنے لگے ابوایوب یہ میرے باپ دادا بنوامیہ کی قبریں ہیں۔ جنہوں نے کبھی عیش وآرام میں دنیا کو شریک نہیں کیا، آج دیکھ رہے ہو یہ کیسی کس مپرسی میں یہاں بےخبر پڑے ہیں۔ اور خدا کی گرفت میں ہیں اور مصائب میں گھیرے ہوئے ہیں۔

1۔ تذکرے اور صحبتیں، صفحہ 43۔ سیر الصحابہ، جلد 7، صفحہ 386 2۔ تاریخ ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 283

اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو کہنے لگے مجھے یہاں سے لے چلو۔ میں نہیں سمجھتا ان میں کسی کو چھٹکارا ملے گا(1)۔

یہی وہ باتیں ہیں جو انسان کو انسانیت کی معراج سے متعارف کراتی ہیں لیکن افسوس! آج کے مسلم حکمران ان حقائق سے کس قدر نا آشنا ہیں اور اس عارضی اور مادی دنیا کی غلاظتوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ صرف دولت اور اقتدار کے حصول کی خاطر ایمان فروش بن جاتے ہیں۔

خشیت الٰہی

یہ وصف تمام فضائل اور اخلاق کا سرچشمہ ہے۔ خوفِ خدا ایسی انسانی صفت ہے جو انسان کو دائرہ انسانیت سے باہر قدم نہیں رکھنے دیتی۔ انسان میں اگر خشیت الٰہی کا احساس اور صفت نہ ہو تو وہ انسان نہیں وحشی درندہ بن جاتا ہے۔ لوگوں کے حقوق غصب کرنے سے دریغ نہیں کرتا دنیا فتنہ وفساد کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ امن رخصت ہو جاتا ہے۔ انسان کو اگر اقتدار و اختیار مل جائیں تو حکومت کا جاہ وجلال اسے خدا سے غافل اور مواخذہ سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ خدا کا خوف اس کے دل سے نکل جاتا ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل کو خلافت اور کرسئی اقتدار نے خوف وخشیت سے معمور کر دیا تھا۔

علامہ ابن جوزی الکامل (سیرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں لکھتے ہیں کہ آپ کا معمول تھا کہ نمازِ عشاء کے بعد تنہائی میں بیٹھ جاتے اور ساری ساری رات رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی۔ بیدار ہوتے تو پھر یہی مشغلہ جاری ہو جاتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔

تذکرۃ الحفاظ میں صفحہ ۱۱۲ پر امام عبداللہ بن محمد الذہبی راقم ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنتِ عبدالملک کا بیان ہے کہ نماز اور روزہ تو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کرنے والے لوگ بھی ہوں گے لیکن میں ان

1۔ تاریخ ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 387

سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ان کا شب بیداری کا معمول اوپر بیان ہو چکا ہے۔ فاطمہ کہتی ہیں کہ جب سے آپ خلیفہ بنے ہیں میں نے غسل جنابت نہیں کیا۔ البدایہ والنہایہ (صفحہ ۲۸۵ جلد ۹) میں فاطمہ کا بیان ہے آپ جب سے خلیفہ بنے ہیں انہوں نے جماع نہیں کیا اور نہ محتلم ہوئے۔

تاریخ ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۲۸۱ پر مذکور ہے کہ علی بن خولہ نے ابی عنبس کا قول نقل کیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ میں خالد بن یزید بن معاویہ کے پاس بیٹھا تھا۔ اتنے میں ایک نوجوان آیا جس کے جسم پر کپڑوں کے کچھ ٹکڑے تھے یعنی لباس پر پیوند لگے تھے۔ اس نے خالد کا ہاتھ پکڑا اور کہا! کیا ہمیں کوئی آنکھ دیکھ رہی ہے۔؟ میں نے کہا تم پر دیکھنے والی آنکھ، سننے والے دو کان متعین ہیں۔ یہ سن کر اس نوجوان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں۔ اس کے بعد وہ خالد کا ہاتھ چھوڑ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ میں نے کہا یہ کون تھا۔ خالد نے کہا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم ایک روز دیکھو گے یہ شخص امام ہدیٰ نکلے گا۔

ریاضت وعبادت

عبادت وریاضت کے لئے ایک حجرہ مخصوص تھا۔ وہاں ایک موٹی کملی اور لوہے کا ایک طوق رکھا تھا۔ جب اس میں داخل ہوتے کملی پہن لیتے اور طوق گردن میں ڈال لیتے جب صبح عبادت سے فارغ ہوکر نکلتے تو حجرہ کو تالا لگا دیتے۔ وصال کے بعد یزید نے اسے اس خیال سے کھولا کہ شاید کچھ خزانہ محفوظ کیا ہو۔ مگر دیکھا کہ ایک موٹی کملی اور طوق کے سوا کچھ نہ تھا۔

حضرت انس بن مالک کہا کرتے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ مدینہ میں نماز پڑھاتے تھے۔ تو قیام قعود ہلکا اور رکوع وسجود طویل کرتے تھے۔ میں نے اس نوجوان کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز میں جو مشابہت رسول اللہ ﷺ کی نماز سے پائی کہیں اور مجھے نہیں ملی۔ ایک اور صحیح روایت ہے کہ آپ رکوع وسجود میں دس دس تسبیحا

پڑھا کرتے تھے۔

آپ کی زندگی اور ہر فعل عبادت سے کم نہ تھا۔ ابوجعفر باقر کہتے ہیں کہ آپ (حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بنوامیہ کے نجیب انسان ہیں۔ قیامت کے دن تنہا ایک امت کے قائم مقام اٹھائے جائیں گے(1)۔

شہادت کی تمنا

شہادت آپ کی دلی خواہش تھی۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک فوجی افسر سلیمان بن ابی کریمہ کو لکھا۔

''خدا کی تعظیم و خشیت کا سب سے زیادہ مستحق وہ بندہ ہے جس کو اس نے اس آزمائش میں ڈالا جس میں میں ہوں۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ سخت حساب دینے والا میں ہوں اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی حالت سے سخت دل گرفتہ ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ میرے یہ حالات مجھے ہلاک نہ کر دیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ تم جہاد فی سبیل اللہ پر جانے والے ہو تو برادرِ من! جب تم میدانِ جہاد میں پہنچ جاؤ تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت (کی موت) عطا فرمائے۔ اس لئے کہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ بہت بڑا ہے(2)۔

غسل اور وضو

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے گھر میں تہبند باندھ کر غسل کرتے تھے۔ یزید بن ابی مالک سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تانبے کے برتن میں وضو کرتے دیکھا۔ مندر بن عبید کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وضو کر کے رومال سے منہ پونچھتے تھے۔ آپ شرمگاہ چھونے سے بھی وضو کرتے تھے۔ آپ اس چیز کے کھانے سے

1۔ تاریخ ملت، جلد 1، صفحہ 666۔ تذکرۃ الحفاظ، صفحہ 111

2۔ سیر الصحابہ، جلد 7، صفحہ 87-286

بھی وضو کرتے تھے جس کو آگ نے چھوا ہے یہاں تک کہ شکر کھانے سے بھی۔ آپ گرم پانی سے وضو کرتے اور اسے پیتے بھی تھے۔

پابندی نماز اور امامت

آپ پابندی نماز اور پابندی وقت کے زبردست قائل تھے۔ نماز میں کوتاہی اور تساہل ہرگز پسند نہ کرتے تھے۔ سلیمان بن موسیٰ سے مروی ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عہد خلافت میں خناصرہ میں دیکھا کہ مؤذن ان کے دروازے پر سلام کرتا تھا کہ السلام علیک امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ وہ سلام ختم کرنے نہ پاتا تھا کہ آپ نماز کے لئے نکل آتے تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مؤذن کا دوبارہ کہنے کی ضرورت پڑی ہو۔ بسا اوقات ہم ان کے ساتھ مسجد میں بیٹھتے تھے۔ جب مؤذن کہتا قد قامت الصلوٰۃ تو آپ فرماتے لوگو! کھڑے ہو جاؤ۔ آپ اکثر پہلی اذان میں نکلتے تھے۔

عمرو بن مہاجر سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو کہتے سنا کہ کلمات اذان دو دو مرتبہ ہیں اور کلمات اقامت ایک ایک مرتبہ۔

اسحاق سے مروی ہے کہ میں نے خناصرہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پہلی تکبیر میں انہیں آواز کو بلند کرتے اور قرات کرتے سنا۔ صف اول کو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۳ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۴ کی آیت قرات سنا رہے تھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں پڑھتے تھے۔ واپسی پر میں نے پوچھا کہ یا امیر المؤمنین کیا آپ بِسْمِ اللّٰهِ کو آہستہ پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میں آہستہ پڑھتا تو بلند آواز سے بھی ضرور پڑھتا۔

سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جمعہ کا خطبہ اتنی بلند آواز سے پڑھتے دیکھا کہ اکثر اہل مسجد ان کا خطبہ سن سکتے تھے۔

آپ نے والئی دمشق عثمان بن سعد کو لکھا کہ جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو قرات سناؤ۔ خطبہ سناؤ تو اسے سمجھاؤ۔ (ابن سعد، جلد 5، صفحہ 38-336)

نمازِ جنازہ

اسحاق بن یحییٰ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بھائی سہیل بن عبدالعزیز کا جنازہ پڑھاتے دیکھا۔انہوں نے ہر تکبیر میں اپنے دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھائے اور داہنی طرف آہستہ سے سلام پھیرا۔میں نے انہیں جنازے کے آگے چلتے دیکھا۔اس روز تابوت دونوں پایوں کے درمیان اٹھائے ہوئے تھے۔

خطبہ جمعہ اور عصا

عمرو بن المہاجر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالعزیز کو دیکھا جمعے کے دن دو خطبے پڑھتے اور دونوں خطبات کے درمیان بیٹھ کر قدرے سکوت کرتے۔ پہلا خطبہ ہمیں بیٹھ کر سناتے اور عصا ہاتھ میں ہوتا جس کو وہ اپنی رانوں پر رکھ لیتے۔لوگوں کو گمان تھا کہ وہ عصا رسول اکرم ﷺ کا ہے۔ پہلے خطبے کے بعد سکوت کے بعد اُٹھ کھڑے ہوتے اور عصا کے سہارے دوسرا خطبہ دیتے۔تھک جاتے تو اس کا سہارا نہ لیتے اسے اٹھا رکھتے، جب نماز شروع کرتے تو قریب رکھ لیتے۔ جمعے کی نماز میں جب تشہد (التحیات) پڑھنے کے لئے بیٹھتے تو سلام پھیرنے تک عصا کو اپنی رانوں پر رکھے رہتے۔ جمعے کے دن جب وہ سلام پھیرتے تو عصا کو اپنے کان تک لے جاتے۔اور اسے زمین پر ٹیکتے نہ تھے۔مکان سے لاتے تو اسے اٹھائے رہتے۔خطبہ پڑھتے تو اس پر سہارا لگا لیتے اور خطبہ پورا کر کے نماز شروع کرتے تو اسے اپنے پہلو میں رکھ لیتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرخ رنگ کی جانماز اور فرش پر نماز پڑھتے تھے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور اس کے بعد عشاء کا وقت آتا ہے۔

حج اور نماز عیدین

اسحاق بن یحییٰ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

خناصرہ میں دیکھا آپ شب عرفہ عصر کی نماز کے بعد واپس ہوئے اور اپنے مکان کی طرف چلے گئے۔ مسجد میں نہیں بیٹھے۔ مغرب کے وقت باہر آئے۔ یوم الاضحیٰ کو طلوع آفتاب کے بعد برآمد ہوئے اور خطبے میں تخفیف کی۔ عید الفطر کو اس کو (خطبے کو) طویل کیا تھا۔ میں نے دیکھا عید گاہ کی طرف پیادہ روانہ ہوئے۔ جعفر بن برقان کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں لکھا کہ تم لوگ جمعہ اور عید کے لئے سوار ہو کر نہ جاؤ۔ آپ یوم عرفہ (۹ ذالحج) کی نماز ظہر سے ایام التشریق (۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ذی الحج) کے آخری دن کی نماز عصر تک تکبیر کہتے تھے۔

عبداللہ بن العلاء سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر نماز کے بعد تکبیر اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے سنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھا لیا کرتے تھے۔ عمرو بن عثمان کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خناصرہ میں دیکھا کہ عید گاہ پیدل جاتے منبر پر چڑھ کر ٹھہر ٹھہر کر سات تکبیریں کہتے ایک مختصر سا خطبہ پڑھتے۔ دوبارہ پانچ تکبیریں کہتے پھر پہلے سے بھی مختصر خطبہ پڑھتے۔ میں نے دیکھا عید گاہ میں ان کے پاس مینڈھا لایا گیا۔ آپ نے اس کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ اور تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ اس میں سے گھر کچھ نہ لائے۔

عمرو بن عثمان بن ہانی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلند آواز سے تکبیر کہتے سنا کہ دوسرے سن سکیں۔ پہلی رکعت میں سات تکبیروں کے بعد قرات پڑھتے دوسری میں پانچ تکبیریں اور قرات کرتے۔

پہلی رکعت میں ''ق۔ والقرآن المجید'' اور دوسری میں ''اقترب الساعة'' پڑھتے۔ ہر دو تکبیر کے درمیان دعا کرتے۔ اللہ کی حمد اور اس کی تکبیر کہتے اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتے۔ عید میں جب منبر پر چڑھتے تو سلام کرتے۔

اسماعیل بن ابی حکم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

عید الفطر میں دور خلافت میں دیکھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے وقف سے میں ہمارے لئے کھجوریں منگوائیں اور فرمایا عید گاہ جانے سے پہلے کھالو۔ میں نے پوچھا اس بارے میں کوئی چیز منقول ہے؟ انہوں نے کہاہاں۔ مجھ سے ابراہیم بن عبداللہ بن قارظ نے ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن تاوقتے کہ کچھ کھانہ لیتے عید گاہ نہ جاتے۔ آپ ﷺ حکم دیتے تھے کہ کوئی شخص عید گاہ نہ جائے تاوقتیکہ کچھ کھانہ لے(1)۔

احترامِ آدمیت اور مساوات

کبرونخوت، خودنمائی عدم مساوات، امتیازات اور ترفع وغیرہ امارت کے لوازم میں ہیں۔ خود حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافت سے پہلے جاہ وحشمت شان وشوکت اور تمکنت تھی۔ لیکن خلافت کے بعد زندگی یکسر بدل گئی اور آپ سراپا عجز وانکسار اور مساوات کا نمونہ بن گئے۔ تمام شاہی امتیازات مٹاڈالے اور فرمایا "میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں"۔ سرکاری پہرہ داروں کو تعظیم کے لئے اٹھنے کی ممانعت کردی اور خود ان کے برابر بیٹھتے تھے(2)۔

آپ غلام وکنیز کا خیال رکھتے اور ان کے ساتھ مساویانہ سلوک کرتے تھے۔ ایک دفعہ پنکھا جھلتے جھلتے ایک لونڈی کی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے پنکھا لے کر اس کو جھلنا شروع کردیا۔ آنکھ کھلی تو گھبرا کر چلائی۔ آپ نے فرمایا۔ آخر تم بھی میری طرح انسان ہو۔ تم کو بھی گرمی لگتی ہوگی جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھی میں نے تم کو جھلنا مناسب سمجھا(3)۔

جنازہ میں شرکت کے لئے خلفاء کے لئے علیحدہ چادر بچھائی جاتی تھی۔ حسب معمول جب آپ کے لئے پہلی مرتبہ چادر بچھائی گئی تو آپ نے اس کو پاؤں سے ہٹادیا۔

ملازموں کے آرام وراحت کا خیال رکھتے تھے۔ اور ان کے آرام میں خلل نہ ڈالتے تھے۔ ایک دفعہ رجاء بن حیوٰۃ کے ساتھ گفتگو میں کافی رات گزر گئی۔ چراغ جھلملانے لگا۔

1۔ ابن سعد، جلد 5، صفحہ 50-349   2۔ سیر الصحابہ بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز   3۔ ایضاً

پاس ہی ملازم سویا ہوا تھا رجاء نے کہا اسے جگا دوں۔ فرمایا اسے سونے دو۔ رجاء نے خود چراغ درست کرنا چاہا تو آپ نے روک دیا کہ مہمان سے کام لینا مروت کے خلاف ہے۔ آپ نے خود اٹھ کر زیتون کا تیل لے کر چراغ میں ڈالا اور چراغ کو ٹھیک کر کے فرمایا۔ جب میں اٹھا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ (سیر الصحابہ)

وہ لوگ جو خلیفہ میں جاہ و جلال دیکھنے کے عادی تھے تواضع اور مساوات کے باعث حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچاننے سے قاصر تھے۔ حکم بن عمرو الرعینی کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حلقہ سے اٹھ کر دوسرے میں بیٹھ جاتے تھے لیکن وہ اسے پہچانتے تک نہ تھے۔ جب تک انہیں اشارے سے بتا دیا جاتا تھا۔

توکل اور موت سے بے خوفی

اموی خلفاء نے اپنی حفاظت اور سیکورٹی کا کڑا بندوبست کر رکھا تھا۔ سینکڑوں گارڈر اور پہرے داران کی حفاظت پر مامور رہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیکورٹی کے عملے کی چھٹی کرادی۔ توکل اور اعتماد علی اللہ نے خطرات سے بے نیاز کر دیا تھا۔ بعض بہی خواہوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ دوسرے خلفاء کی طرح آپ بھی کھانا دیکھ بھال کر کھایا کریں۔ حملہ سے بچاؤ کے لئے نماز کے وقت حفاظت کا بندوبست رکھا کریں۔ طاعون میں ہٹ جایا کریں۔ فرمایا۔ اس حفاظت کے باوجود وہ لوگ کہاں گئے جب لوگوں کا اصرار بڑھا تو فرمایا! خدایا! اگر میں علم میں روز قیامت کے علاوہ کسی اور دن سے ڈروں تو میرے خوف کو اطمینان نہ دلانا۔

امانت و دیانت

تاریخ ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۲۸۷ پر لکھتے ہیں ایک دفعہ ایک آدمی کچھ سیب لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان کو سونگھا اور واپس کر دیئے بھیجنے والے نے آپ سے کہا کہ ہدیہ تو رسول اللہ ﷺ قبول فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہمارے لئے اور بعد

والوں کے لئے وہ رشوت ہے۔آپ نے تحائف اور ہدایا بند کر دیئے تھے۔

احتیاط کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ بیت المال کا مشک آپ کے سامنے لایا گیا تو آپ نے اپنی ناک بند کر لی تا کہ اس کی خوشبو ناک میں نہ جانے پائے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ امیر المومنین اس کی خوشبو سونگھ لینے میں کیا حرج ہے فرمایا مشک کا انتفاع یہی ہے۔

ایک مرتبہ بہت سے سیب بیت المال میں آئے۔آپ نے انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم فرمار ہے تھے کہ اس اثناء میں آپ کا چھوٹا بچہ ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا۔آپ نے سیب بچے سے چھین لیا۔ وہ رونے لگا۔گھر جا کر ماں سے شکایت کی۔ ماں نے بازار سے سیب منگوائے۔آپ گھر تشریف لائے تو سیب کی خوشبو آئی۔ پوچھا فاطمہ کوئی سرکاری سیب تو تمہارے پاس نہیں لایا۔ انہوں نے سارا قصہ بیان کر دیا آپ نے فرمایا خدا کی قسم! میں نے سیب اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا اپنے دل سے چھینا تھا۔لیکن مجھے یہ بات پسند نہ تھی کہ مسلمانوں کے حصے کا ایک سیب لے کر اس کے بدلے اپنی عاقبت برباد کر لوں۔

آپ نے بیت المال سے کبھی معمولی فائدہ اٹھانا بھی گوارہ نہ کیا۔ جب تک سرکاری کام سرانجام دیتے تھے تو اس وقت تک بیت المال کی شمع جلاتے تھے اس کے بعد اسے گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلاتے تھے۔

آپ کو لبنان کا شہد بہت مرغوب تھا۔ایک دفعہ آپ نے اس کی خواہش ظاہر کی تو آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک نے لبنان کے حاکم ابن معدی کرب کو کہلا بھیجا انہوں نے بہت سا شہد بھجوا دیا۔ فاطمہ نے آپ کے سامنے پیش کیا تو فرمایا معلوم ہوتا ہے تم نے ابن معدی کرب کو کہلا بھیجا تھا۔ ان ہی نے بھیجا ہے۔ سارا شہد بیچ کر قیمت بیت المال میں جمع کرا دی اور ابن معدی کرب کو لکھا کہ تم نے فاطمہ کے کہنے پر شہد بھیجا ہے۔خدا کی قسم تم نے آئندہ ایسا کیا تو اپنے عہدے پر نہ رہو گے اور تمہارے چہرے پر نظر نہ ڈالوں گا(1)۔

ایک مرتبہ آپ کی حاملہ بیوی کے لئے تھوڑے سے دودھ کی ضرورت تھی۔لونڈی مہمان

1۔سیرت عمر بن عبدالعزیز

خانے سے ایک پیالہ میں دودھ لے آئی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے اس نے کہا بی بی کے لئے دودھ کی ضرورت تھی اس وقت اگر دودھ نہ دیا جائے تو اسقاط کا اندیشہ ہے اس لئے یہ دودھ دار الضیافتہ سے لے آئی ہوں۔ یہ سن کر لونڈی کا ہاتھ پکڑا اور چلاتے ہوئے بیوی کے پاس لائے اور فرمایا اگر حمل فقراء اور مساکین کے کھانے کے علاوہ کسی اور چیز سے قائم نہیں رہ سکتا تو خدا اس کو قائم نہ رکھے۔ آپ کی یہ برہمی دیکھ بیوی نے دودھ واپس کر دیا(1)۔

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی کے پاس گئے اور اس سے آپ نے کچھ پیسے انگور خریدنے کے لئے ادھار مانگے تو بیوی نے کہا کیا امیر المومنین کے خزانے میں اتنے پیسے بھی نہیں ہیں جن سے اپنے لئے انگور خرید سکیں۔ آپ نے فرمایا۔ آج کی تکلیف کل کے نار جہنم کے مقابلہ میں آسان معلوم ہوتی ہے(2)۔

ایک روز عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کو گوشت کا ایک ٹکڑا بھنوانے کے لئے بھیجا وہ جلد بھنوا کر لے آیا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کہاں سے بھنوا کر لائے ہو۔ اس نے جواب دیا سرکاری مطبخ سے۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا مسلمانوں کے مطبخ سے؟ کہا ہاں جناب۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ تم ہی کھالو۔ میں نہیں کھاؤں گا۔ یہ تمہارا رزق ہے۔

ایک روز ان کا غلام مطبخ سے ان کے لئے پانی گرم کر کے لایا تو آپ نے لکڑی کے لئے ایک درہم ادا کر دیا۔

زہد و تقویٰ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تقویٰ و ورع کے پیکر تھے۔ آپ نے چالیس سال کی عمر میں اس دنیا فانی کو الوداع کیا آپ کا عدل و انصاف اور زہد و تقویٰ ضرب المثل تھا۔ آپ عدل و انصاف اور حسن کردار میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زہد و ورع میں امام حسن بصری اور علم و فضل میں امام زہری کے ہم پلہ شمار ہوتے ہیں۔ ابو جعفر باقر

1۔ طبقات ابن سعد، جلد 5　　2۔ البدایہ والنہایہ

کے بقول آپ بنوامیہ کے نجیب انسان ہیں۔ عبداللہ بن طاؤس کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعد نماز عشاء مسجد میں کسی گفتگو میں ایسا مشغول پایا کہ صبح ہوگئی۔ جب دونوں بات چیت کر کے علیحدہ ہوئے تو میں نے والد سے پوچھا یہ کون شخص ہے جس سے آپ بات کر رہے تھے۔ انہوں نے جواب دیا یہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گھرانے میں بنوامیہ کے صالح ترین شخص ہیں۔

خلافت سے پہلے آپ عیش و تنعم کی زندگی کے عادی تھے جب مدینہ کے گورنر بن کر آئے تو تیس اونٹوں پر آپ کا ذاتی سامان بار تھا۔ ان کا خود بیان ہے مجھے لباس، عیش پرستی اور عطریات کا جب شوق ہوا تو میں نے اسے اس قدر پورا کیا کہ میرے علم میں میرے خاندان بلکہ دوسرے خاندانوں میں بھی ایسی زندگی کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔

ان کے شوق اور نفاستِ مزاج کا یہ حال تھا کہ جب ان کے کپڑوں پر ایک مرتبہ دوسروں کی نظر پڑ جاتی تھی تو پھر انہیں وہ پرانا سمجھتے تھے۔ ولید کے زمانہ میں ان کو چار چار سو روپیہ قیمت کا کپڑا سخت و کرخت معلوم ہوتا تھا۔ خوشبو کے لئے داڑھی پر عنبر چھڑکتے تھے۔ رجاء بن حیوٰۃ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ خوش لباس، سب سے زیادہ معطر اور سب سے زیادہ تجبر کی چال چلنے والے تھے۔

مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی حالات یکسر بدل گئے عیش و تنعم کی زندگی گزارنے والے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعیش کی ہر چیز کو خیر باد کہہ کر ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قالب اختیار کر لیا۔

دنیا کی ہر چیز سے منہ موڑ کر ایسا دامن جھاڑا کہ ساری املاک لونڈی غلام لباس عطریات عیش و تجمل کے جملہ سامانوں کو بیچ کر قیمت بیت المال میں داخل کرادی۔ بیت المال سے گزارے کے لئے چار سو دینار سالانہ لیتے تھے۔ عمرو بن مہاجر کے بقول عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ کا کل خرچ دو درہم (پچاس پیسے) ہوتا تھا۔ بعض روایتوں کے مطابق کچھ بھی نہ لیتے تھے (ابن سعد)۔ لباس بقدر ستر پوشی اور غذا بقدر

لا یموت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

دنیا سے ایسی بے رغبتی اختیار کی کہ مالک بن دینار کا بیان ہے کہ لوگ مجھے زاہد کہتے ہیں۔ میں زاہد نہیں۔ زاہد تو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ دنیا ان کے قدموں پر گری لیکن انہوں نے اسے منہ نہ لگایا۔ ان کے پاس بجز ایک قمیص دوسری قمیص نہ تھی۔ جب وہ غسل کرتے تو اسے دھویا جاتا اور سوکھ جانے پر اسے پہن لیتے تھے (1)۔

ابن سعد تذکرۃ الحفاظ، جلد اول صفحہ ۱۱۲ اور البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۲۸۴ سعید بن سعید کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے آئے تو دیکھا کہ ان کے کرتے کے سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین خدائے لقالیٰ نے آپ کو سب کچھ عطا فرمایا ہے پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے۔ آپ تھوڑی دیر سر جھکائے سوچتے رہے۔ پھر فرمایا کہ تونگری میں میانہ روی اور قدرت میں عفو بڑی چیز ہے (2)۔

مسلمہ بن عبدالملک کا قول ہے کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے گیا تو دیکھا کہ وہ ایک میلا کرتہ پہنے ہوئے ہیں۔ میں اپنی بہن فاطمہ (زوجہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہا کہ قمیص میلی ہوگئی ہے لوگ عیادت کے لئے آتے ہیں اس لئے دوسری بدلوا دو۔ وہ خاموش رہیں۔ میں نے دوبارہ کہا تو فاطمہ بولیں خدا کی قسم اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے۔ پھر ایک جوڑا بھی سالم نہ ہوتا تھا بلکہ اس میں پیوند لگے ہوتے تھے (3)۔

یونس بن شبیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سے پہلے دیکھا کہ ان کے پاجامے کا نیفہ فربہی کے سبب ان کے پیٹ میں گھسا ہوا تھا لیکن خلیفہ ہونے کے بعد وہ اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ ان کی ایک ایک ہڈی گنی جا سکتی تھی۔

1۔ تذکرۃ الحفاظ، جلد 1، صفحہ 112 اور البدایہ والنہایہ، جلد 9، صفحہ 284

2۔ تذکرۃ الحفاظ و تاریخ اسلام از اکبر شاہ

3۔ سیر الصحابہ و تاریخ اسلام از محمد اکبر شاہ

امام زہری کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لکھ کر سالم بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ صدقات کے متعلق فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرزِ عمل کیا تھا انہوں نے خط کا جواب لکھ بھیجا اور آخر میں لکھا کہ اگر تم وہی عمل کرو گے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں لوگوں سے کرتے تھے تو تم خدا تعالیٰ کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی زیادہ رتبہ پاؤ گے (1)۔

تاریخ ملت جلد اول صفحہ ۶۶۵ پر مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی لکھتے کہ آپ کی سادگی اور زہد کا یہ عالم تھا کہ ابوسلیمان درانی نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اویس قرنی خیر التابعین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زہد میں آگے ہیں اور وجہ یہ بتائی کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دنیا بڑی آن بان سے آئی اور انہوں نے اسے ٹھکرا دیا مگر اویس رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا سے واسطہ ہی نہ پڑا۔

تاریخ اسلام جلد دوم میں محمد اکبر شاہ نجیب آبادی صفحہ ۱۹۹ پر لکھتے کہ عمرو بن مہاجر کا بیان ہے کہ آپ کا انار کھانے کو جی چاہا آپ کے ایک عزیز نے انار بھیج دیا۔ آپ نے اس کی بہت ہی تعریف کی اور اپنے غلام سے فرمایا کہ جس شخص نے یہ بھیجا ہے اس سے میرا سلام کہنا اور یہ انار واپس کر کے کہہ دینا کہ تمہارا ہدیہ پہنچ گیا۔ غلام نے کہا یہ تو آپ کے بہت قریبی عزیز نے بھیجا ہے اس کے رکھ لینے میں کیا مذائقہ ہے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہدیہ تھا لیکن ہمارے لئے رشوت ہے (2)۔

جب آپ خلیفہ منتخب ہو گئے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو آپ بہت روئے اور کہنے لگے کہ مجھے اپنی نسبت بڑا ہی خوف ہے۔ حضرت حماد نے پوچھا کہ آپ بتائیے آپ کو درہم و دنیا سے کتنی محبت ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا بالکل نہیں۔

1۔ تاریخ اسلام از محمد اکبر شاہ — 2۔ تاریخ خلفاء از حافظ جلال الدین سیوطی

حضرت حماد نے کہا تو پھر آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔

آپ کے بچے بھی اسی تنگی میں گزر اوقات کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی بچی کے پاس کپڑا نہ تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ فرش پھاڑ کر کرتا بنا دیا جائے۔ آپ کو بہن کی خبر ہوئی تو کپڑے کا تھان بھجوا دیا اور منع کر دیا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ مانگنا(1)۔

ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے نے کپڑے مانگے۔ آپ نے فرمایا میرے کپڑے خیار بن ریاح کے پاس رکھے ہیں۔ ان سے جا کر لے لو۔ وہ ان کے پاس گئے۔ انہوں نے گاڑھے کے کپڑے نکال کر دیئے عبیداللہ نے کہا یہ تو ہمارے پہننے کے لائق نہیں ہیں۔ خیار نے کہا میرے پاس تو امیر المؤمنین کے یہی کپڑے ہیں۔ عبیداللہ نے واپس جا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر یہی عذر کیا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو یہی کپڑے ہیں۔ یہ جواب سن کر واپس لوٹنے لگے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واپس بلا کر کہا اگر اپنے وظیفہ سے پیشگی لینا چاہو تو لے سکتے ہو۔ چنانچہ سو درہم دلوائے اور وظیفہ تقسیم کیے جانے کے وقت کاٹ لئے گئے۔

غذا نہایت سادہ تھی۔ عموماً دال روٹی پر گزر اوقات ہوتی کبھی کبھار روغن زیتون اور روٹی کھاتے تھے۔ آپ کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے غلاموں کو بھی یہی ملتا تھا۔

ایک دفعہ آپ کے غلام نے آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے شکایت کی روز دال روٹی ملتی ہے۔ آپ کی بیوی نے جواب دیا امیر المؤمنین کی بھی یہی غذا ہے۔

آپ کے ایک غلام کا بیان ہے جب سے آپ خلیفہ ہوئے اس وقت سے وفات تک کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا(2)۔ اگر کبھی اچھی غذا کی خواہش کی تو میسر نہ آسکی۔

ان کی بیوی فاطمہ جنہوں نے عیش و عشرت کے ماحول میں پرورش پائی تھی نے بھی اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگ لیا تھا۔ بناؤ سنگار بالکل ترک کر دیا تھا۔ ایک دفعہ ایک دولت مند گھرانے کی خاتون نے اس حالت میں دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے جواب دیا

1۔ سیر الصحابہ بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز　　2۔ ایضاً

میرے شوہر کی یہی پسند ہے (1)۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل وکمال اور سیرت وکردار کو مفصل طور پر ضابطہ تحریر میں لانا چنداں مشکل ہے۔ استطاعت کے مطابق نمونے کے طور پر چیدہ چیدہ واقعات احاطہ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو شیخین حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر چلنا چاہتے تھے خصوصاً اپنے آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قالب میں ڈھلنے کے خواہش مند تھے۔ آپ ان دونوں صحابہ سے بہت متاثر تھے جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ حافظ ابو الفدا عماد الدین ابن کثیر نے یہ واقعہ اپنی شہرہ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ المعروف تاریخ ابن کثیر جلد ۹ میں لکھا ہے کہ ابوبکر بن ابی الدنیا نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا جو کہہ رہے ہیں، اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے قریب گیا۔ اور اتنا قریب پہنچ گیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ آپ کے اوپر تک ہی نہ پہنچ جاؤں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کی طرح عمل کرو۔ اور اچانک دو بوڑھے آپ ﷺ کے دونوں پہلوؤں کے قریب کھڑے نظر آئے، میں نے دریافت کیا یہ دونوں کون ہیں؟، آپ ﷺ نے فرمایا یہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

حدیث الحوض اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ ثوبان کے حوالہ سے ابوسلام حدیث الحوض بیان کرتے ہیں۔ آپ نے آدمی بھیج کر ابوسلام کو بلوا بھیجا اور ان سے کہا میں نے آپ کو بلاوجہ تکلیف نہیں دی ہے۔ میں آپ سے بالمشافہ حدیث الحوض سننا چاہتا ہوں۔ ابوسلام نے کہا میں نے ثوبان سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ

1۔ سیر الصحابہ بحوالہ سیرت عمر بن عبدالعزیز

نے فرمایا:

''میری حوض عدن سے عمان البلقاء تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ اس کے اوپر رکھے ہوئے آبخورے ستاروں کے برابر ہوں گے۔ جو کوئی اس کا ایک گھونٹ پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔ جو لوگ سب سے پہلے حوض کوثر پر آئیں گے وہ فقراء و مہاجرین ہوں گے۔ جن کے بال ژولیدہ اور کپڑے میلے ہوں گے۔ اور جو عیش پسند عورتوں سے نکاح نہیں کرتے ہیں اور نہ عزت و جاہ کے طلبگار ہوتے ہیں''۔

اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے تو فاطمہ جیسی متنعمہ سے نکاح کیا ہے جو عبدالملک کی بیٹی ہے۔ لیکن میں اس وقت تک غسل نہیں کرتا ہوں جب تک وہ (یعنی میرے بال) غبار آلودہ نہ ہو جائیں۔ اور اپنے کپڑے اس وقت تبدیل نہیں کرتا ہوں جب تک وہ میلے نہ ہو جائیں۔

ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا آپ سے پہلے خلافت لوگوں کے لئے زینت کا باعث تھی لیکن آپ کی ذات خود خلافت کے لئے باعثِ زینت ہے (1)۔

امام زہاد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ عالم اسلام کے نامور حکمران، خلافت کی زینت امام عادل اور علماء و فقہا کے معلم اور امام وقت تھے۔ آپ کی شخصیت اور سیرت عوام الناس اور بالخصوص دورِ حاضر کے مسلم فرماں رواؤں کے لئے شمع ہدایت ہے۔ اور ان کی زندگی اور طرز و روش مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ آپ آسمان سیاست کے درخشندہ اور تابندہ خورشید ہیں جن کو اپنے بیگانے خراج تحسین پیش کیے بغیر نہ رہ سکے۔ عیسائی دنیا کے حکمران قیصر روم نے آپ کو ان خوبصورت الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

''اگر عیسیٰ مسیح کے بعد کوئی شخص مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی

1۔ تاریخ ابن کثیر، جلد 9، صفحہ 286

اللہ تعالیٰ عنہ ہوتے میں اس راہب کو پسند نہیں کرتا جو دنیا سے منقطع ہو کر عبادت خانہ میں جا بیٹھے۔ میں اس راہب پر تعجب کرتا ہوں جو دنیا کو اپنے قدموں میں رکھتا تھا اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا تھا''۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ پانچویں خلیفہ راشد ہیں۔

یادیں

آج ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۱ء ہے اور ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کی رات کے بارہ بج رہے ہیں جبکہ امام التابعین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر پر مبنی کتاب ''مجدد ملت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کی آخری سطور لکھی جارہی ہیں۔

یہ رب کائنات کی شفقت کریمانہ ہے کہ سعید اور صالح ہستی کے ذکر خیر کے لئے ذاتِ باری تعالیٰ نے مجھے مبارک لمحات میسر کئے ہیں۔ ۲۷ رمضان المبارک یعنی لیلۃ القدر کی مبارک گھڑیاں جب کہ ہر طرف مخلوقِ خدا ذکر الٰہی میں محو ہے اور اہل زمین پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی برسات ہو رہی ہے۔ اور رحمتِ الٰہی سے لوگ شاداں اور فرحاں ہیں اور انسانوں کے دل مسرور و منور ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا نور زمین پر جلوہ فگن ہے اور فضا میں خاص قسم کی مہک بکھری ہوئی ہے۔ آج شبِ قدر ہے۔ یہ نزولِ قرآن کی فضیلت والی رات ہے جو ایک ہزار سال سے بہتر ہے۔ ایسی مبارک رات کہ صبح تک کرہ ارضی پر ملائکہ اور سعید ارواح کی آمد آمد کا سماں ہوتا ہے۔ جہاں اور جب سعید ارواح کا نزول ہوتا ہے وہاں کا ماحول معطر ہوتا ہے۔ فضا میں ہر طرف بکھری ہوئی خوشبو اور مہک ان کی نیک اور صالح ارواح کے دم قدم سے ہے۔

لمحات سعید بھی ہوتے ہیں اور غیر سعید بھی۔ وقت بذات خود نہ اچھا ہوتا ہے اور نہ بُرا۔ دراصل وقت، لمحات اور اتفاقات منشاء و رضائے الٰہی کے مظہر ہیں۔ اور نظامِ قدرت کا حصہ ہیں۔ بعض لمحات و اتفاقات کا تعلق شفقت کریمانہ اور بعض تعذیب قدرت کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ وہ کسی چیز کو سعید بنادے یا تعذیب کی شکل میں بدل دے۔

یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ ۲۷ رمضان المبارک لیلۃ القدر کی رات کو ان ہی لمحات

میں (۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو) اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ جنوبی ایشیاء پر خاص شفقت فرمائی تھی۔ اسی شب کو ان ہی لمحات میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا جو مسلمانانِ پاک و ہند بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ قرآن کریم بھی تمام جہانوں کے جن و انس کی ہدایت رحمت اور فلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور پاکستان بھی اہل ایمان کی رفاہ و فلاح، آزادی و حریت اور قرآن و سنت کے نفاذ کے لئے عطا ہوا۔ یہ سرزمین دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی پناہ گاہ اور امیدوں کا مرکز ہے۔ مگر ہم نے خدائے بزرگ و برتر کی ان دونوں نعمتوں اور انعامات کی قدر نہ کی۔ ہم نے قرآن سے ناطہ توڑ لیا۔ حصولِ پاکستان کے مقصد کو پسِ پشت ڈال دیا اور گم کردہ راہوں پر جادہ و پیما ہو گئے۔ ہم نے خدا کی ان دونوں نعمتوں سے متعلق کفرانِ نعمت کا ارتکاب کیا۔

یہ حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابلیس قرآن کا بھی دشمن، اسلام کا بھی دشمن، اہل ایمان کا بھی دشمن اور پاکستان کا بھی ابدی اور ازلی دشمن ہے۔

۱۴ راگست ۱۹۴۷ء کو (۲۷ رمضان المبارک) پاکستان بنا تو ابلیسی اور طاغوتی قوتیں فوراً حرکت میں آگئیں۔ کالی دیوی کے پجاریوں نے اپنی دیوی ماتا کو خوش کرنے کے لئے اہل کلیسا کے ایما پر سترہ لاکھ مسلمانوں کے خون کا ولیدان ماتا جی کے قدموں میں پیش کیا۔ اس موقع پر پورے ہندوستان میں دھرتی ماتا کو مسلمانوں کے خون سے غسل دے کر جشن منایا گیا۔ اور رقص ابلیس میں ہنود اور نصاریٰ نے بھرپور شرکت کی۔

۱۲ ردسمبر یا ماہِ دسمبر کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ تاہم ۱۶ ردسمبر کا دن پاکستان کی تاریخ کا سیاہ دن ہے۔ ایک یادگار اور ہماری تاریخ میں رقص ابلیس کا دن ہے۔ کفرانِ نعمت کے نتیجہ اور عالم کفر کی سازش کے تحت اس دن پاکستان کا مشرقی بازو کٹ گیا تھا۔ اس دن ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں ابلیس نے اپنی کامیاب سازش اور ہماری بے بسی پر جی بھر کر رقص کیا تھا۔ جسے دیکھنے کے لئے لاکھوں بنگالی مسلمان اور ہندوستانی سپاہ جمع تھی۔ عجیب منظر تھا۔ حدِ نگاہ تک انسانوں اور شیطانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ ایک طرف پاک فوج

کے نوے ہزار افسران اور جوان سر جھکائے ذہنی کرب میں مبتلا کھڑے تھے جو اپنوں اور بیگانوں کی سازش کا شکار ہو گئے تھے۔ ہندوستان فاتح فوج کی خوشی قابلِ دید تھی۔ مجمع بے چین اور مضطرب دکھائی دے رہا تھا۔ کچھ ہونے والا تھا۔ پاکستان کا مقدس سبز ہلالی پرچم آج کسی سرکاری عمارت پر لہرانے کی بجائے پلٹن میدان کی خاک پر بچھایا گیا تھا۔ اچانک ایک طرف سے انڈین آرمی کی مشرقی کمان کے کمانڈنگ آفیسر جنرل اروڑہ نمودار ہوئے اور دوسری طرف پاک فوج کی مشرقی کمان کے کمانڈنگ آفیسر اے۔ اے کے نیازی بے قراری سے آگے بڑھے۔ دونوں کے درمیان پاکستانی پرچم پڑا تھا۔ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ نے اپنے دونوں (بوٹ پہنے) قدم پاکستانی پرچم پر رکھ دیئے، سپاہ پاکستان کے دلوں میں ایک بجلی سی گزر گئی مگر........جنرل نیازی نے اپنا ایک ہاتھ جنرل اروڑہ سے ملایا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی کمر سے لٹکتا ہوا ریوالور کھول کر اپنے مدمقابل کے حوالے کیا۔ یوں سرنڈر کی رسم کا ڈراپ سین ہو گیا۔ لیکن ایک اور ڈراپ سین ابھی باقی تھا جس کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ہتھیاروں کی حوالگی کی رسم کے بعد جنرل نیازی تیز قدموں سے فوجی انداز میں اپنی جیپ کی طرف بڑھے اسی اثناء میں ایک من چلا بنگالی صفوں کو چیرتا ہوا جنرل نیازی تک پہنچ چکا تھا۔ جنرل نیازی جیپ کے دروازے میں داخل ہونے والے ہی تھے کہ ظالم بنگالی نے آناً فاناً اپنا جوتا جنرل نیازی کے سر پر دے مارا۔ بے چارہ نہتا جنرل نیازی دیکھتا ہی رہ گیا اور جیپ میں بیٹھ کر کسی گمنام منزل کی طرف چل دیا اور بنگالی بھی کہیں غائب ہو گیا۔

۱۶ر دسمبر ہر سال آتا ہے اور گزر جاتا ہے لیکن ہم نے اس واقعہ سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ اگر ہم نے اپنی روش نہ بدلی تو لیلۃ القدر کا رنگ پھیکا اور ۱۶ر دسمبر کا منظر نمایاں ہوگا۔

امسال کا دسمبر اہل مغرب کے لئے خوشیوں کی بارات لے کر آیا ہے۔ ۲۵ر دسمبر تو عیسائی دنیا کے لئے عید کا دن ہوتا ہے لیکن اہل پاکستان کے لئے ۱۶ر دسمبر کا دن ''سرنڈر ڈے'' ہے۔ باطل کے سامنے سرنگوں ہونے کا دن۔ گو ۱۶ر دسمبر کے بعد ۱۷ دسمبر 2001ء

کو عید الفطر ہوگی۔ جو اہل ایمان کے لئے باطل پر فتح کے جشن کا دن ہے لیکن عید کا مزہ پھیکا اور کرکرا ہوگا۔

امسال دسمبر کا مہینہ امت مسلمہ کے لئے افسوس اور افسردگی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ ہماری مغربی سرحد کے پار کہساروں کے ملک میں بارش برسے مدت ہوگئی ہے۔ تاہم وہاں ۷ راکتوبر ۲۰۰۱ء سے میزائلوں اور بموں کی برسات جاری ہے۔ کروز میزائلوں بلکہ بھاری اور بہت ہی بھاری بموں کی بارش دن رات ہو رہی ہے۔ آتش و آہن کی برسات نہ جانے کب تک جاری رہے۔

شروع شروع میں مزائلوں اور بموں کے ساتھ ساتھ خوراک کے پیکٹوں کی برسات بھی ہوتی تھی۔ لیکن خوراک کے پیکٹوں کی بارش اب تھم چکی ہے اور بموں کی برسات تواتر سے جاری ہے۔ شاید خوراک کے یہ پیکٹ کہساروں کی دنیا کے لئے پسندیدہ نہ تھے۔ ہزار ہزار، پندرہ پندرہ ہزار پونڈ کے ''کلسٹر'' اور ''ڈیزی کٹر'' نامی بموں کی عجیب برسات ہے۔ جو دن رات جاری ہے لیکن بموں کی برسات کہساروں اور کہساروالوں کا کچھ بھی تو نہیں بگاڑ سکی۔

خوراک کے پیکٹوں کی جگہ ڈالروں کی بارش شروع ہوگئی ہے اور اس کے ساتھ ہی کامیابیوں کی برسات میں بھی آگئی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ دام بنائے کام۔ ڈالر ہی کامیابی کی کلید ہے کہساروں کی دنیا میں اب ہر طرف قہقہے ہیں موسیقی کی دلنواز دھنوں کی آوازیں ہیں۔ رقص و سرور کی محفلیں ہیں۔ یہ رقص مسلم امہ کے بچوں بڑوں اور بوڑھوں کی لاشوں پر ہو رہا ہے جو مزار شریف کے ''قلعہ جنگی'' قندوز سے لے کر کابل جلال آباد اور قندھار کے گلی کوچوں اور سڑکوں پر بکھری پڑی ہیں۔ کھلے آسمان تلے یہ بے گور و کفن لاشے کن کے ہیں؟ کسی کو احساس نہیں۔ یہ لاشے مسلم امہ کے فرزندوں کے ہیں۔ بم میزائل اور ڈالر گرانے والے کامیاب ہوئے اور ساتھ ہی ڈالر وصول کرنے والے بھی۔ مسلم امہ کو بموں میزائلوں اور ساتھ ساتھ ڈالروں کی اشد ضرورت ہے۔ ڈالروں کے بدلے کہساروں والے اپنوں پر

ہزاروں لاکھوں بلکہ اس سے بھی زیادہ بم گرانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بم اور میزائل بنانے والوں کو تو صرف مسلمانوں کی لاشیں چاہئیں۔

دولت اور اقتدار کے حصول کے لئے اغیار کی خاطر اور مدد کے لئے مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بہانا کس ضابطہ اخلاق میں آتا ہے۔ انسانیت کے ٹھیکیداروں کی اس سانحہ پر خاموشی کتنا شرمناک فعل ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا بے دردی سے خون بہانا کیسا حیا سوز اور انسانیت سوز فعل ہے۔ قیدیوں کو کنٹینروں میں بند کر کے مارنا اور پھر قلعہ جنگی میں نہتے قیدیوں کو گولیوں سے چھلنی کر دینا اور اس سے بھی بڑھ کر لاچار اور بے بس قیدیوں کی گردنوں پر چھری چلا کر نیم بسمل لاشوں کی رگوں میں پٹرول ڈال کر آگ لگانا اور تڑپتے لاشوں کا منظر دیکھ کر خوشی سے رقص کرنا درندگی اور حیوانیت کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ رقص ابلیس نہیں تو کیا انسانیت کی معراج ہے؟۔

اگر انسانیت ظلم پر خاموش رہی تو اخوان الشیاطین کا یہ رقص جگہ جگہ جاری رہے گا۔ نت نئے شکار اور میدان کرب و بلا کا انتخاب ہوتا رہے گا۔ اور نہ جانے یہ خونی کھیل کب تک جاری رہے گا۔ اغیار کے بوٹوں تلے دبی مسلم امہ کو نجات دلانے کے لئے کب کوئی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوگا۔ نہ جانے کب؟

آگ ہے، اولاد ابراہیم ہے، نمرود ہے۔